لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ

ہمارے شہید

(مولفہ)

سید تجمل حسین ایم۔ اے

اسم کتاب: ہمارے شہید
مصنف: سید تجمل حسین [ایم اے]
صفحات: ۱۰۴ | زبان: اردو
موضوع: تاریخ، امام حسین، کربلائیات
ناشر اور تاریخ نشر: سرفراز قومی پریس، وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنو
پی ڈی اف ایڈیشن کی اشاعت: معصومہ قم اسلامک ریسرچ سنٹر، حیدرآباد، دکن
پی ڈی اف سازی: حیدر عباس رضا فرزند مولانا محمد عباس مسعود
یہ کتاب آل عبا ٹرسٹ، کلکتہ کے مالی تعاون سے بنائی گئی
شیعہ علمی آثار ٹیلیگرام لنک: https://t.me/joinchat/GjJQygkqT7xRA2EePhT1dw
تاریخ ارسال: 13-4-2020
Email: mohdabbasmasood110@gmail.com-91-6302383399
اطلاعات، توضیح وارسال کتاب از: مولانا محمد عباس مسعود حیدرآبادی

مصنف نے اس کتاب امام حسین علیہ السلام مکمل سوانح حیات اور امام حسین کی شہادت تک کے تمام حالات کو ترتیب وار بیان کیا اور اسے نصاب درسی کے عنوان سے لکھا گیا ہے اس لئے ہر چاپٹر کے بعد سوالات بھی دیے گئے ہیں اور اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ مصنف نے اسے نہایت سلیس اور آسان زبان میں لکھا ہے۔ مصنف نے صرف تاریخ نہیں بلکہ جابجا تاریخی واقعات کی مختصر تحلیل بھی کی اور شہدائے کربلا کی خصوصیات کو بیان کرتے ہوئے ان پاکیزہ زندگی سے سبق آموز اخلاقی درس بھی سکھائے، یہ کتاب ماہ محرم وصفر میں دینی مکاتب میں پڑھائے جانے کے قابل ہے اور مطالعہ کتب کے مسابقات یا کویز کے مقابلوں کیلئے بہت اچھی ہے۔ اگرچہ اس کتاب میں کوئی تاریخی حوالے درج نہیں ہیں۔ شاید اس لئے کہ اسے بچوں کیلئے لکھا گیا تھا۔

لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاءٌ عند ربھم یرزقون ۰

ہمارے شہید

(مؤلفہ)

سید تجمل حسین ایم۔ اے

قیمت فی جلد ۸؍
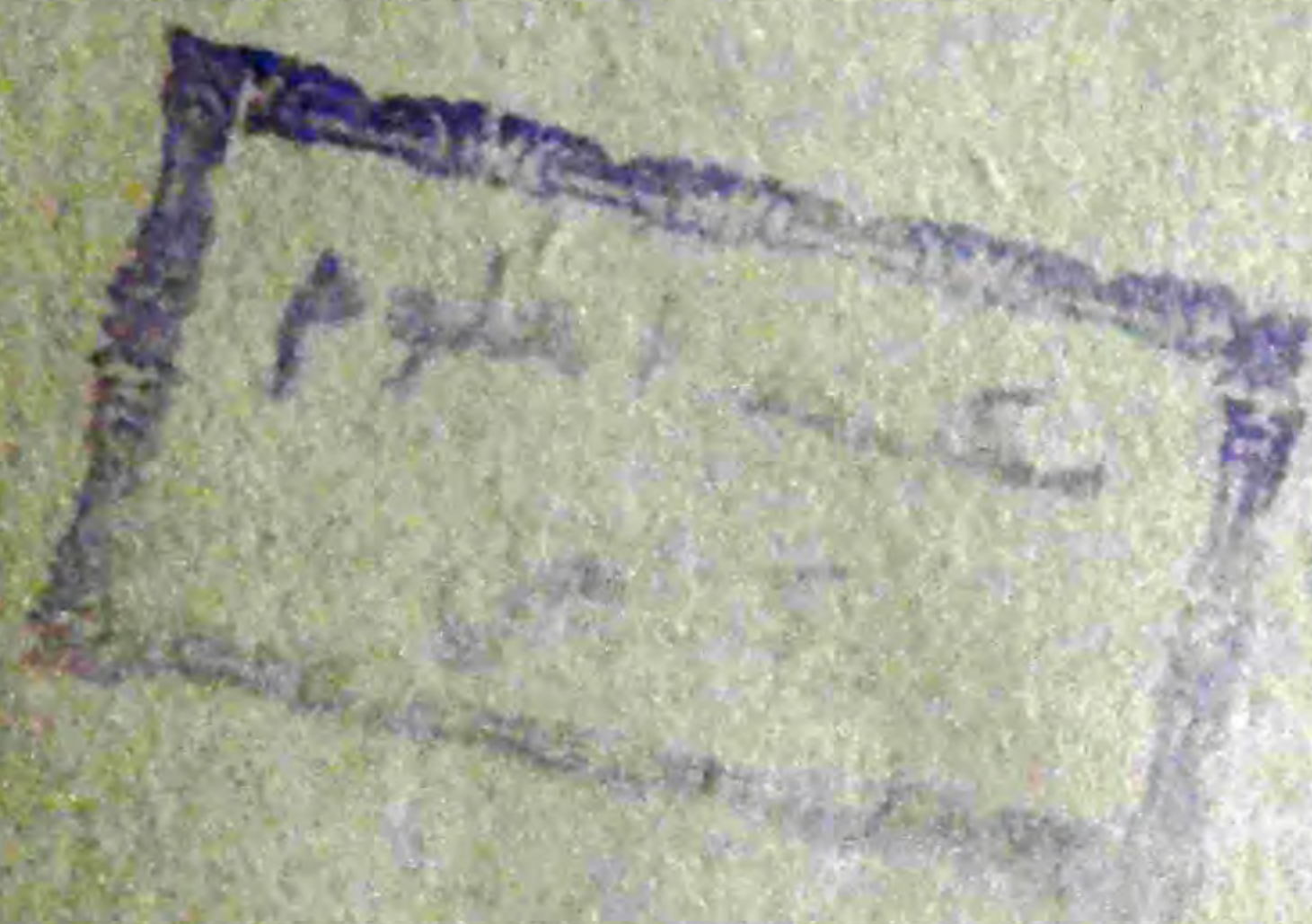
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامِدًا و مُصلّیًا

ہمارے شہید

ہمارے رسول اور اُن کی اولاد

حضرت محمد ہمارے رسول ہیں۔ وہ خدا کے سچّے نبی ہیں اونھوں نے دین اسلام کی تعلیم دی۔ اُن کی ایک بیٹی حضرت فاطمہؑ تھیں ہمارے رسول کو ان سے بڑی محبت تھی۔ اُنھوں نے رسول ہی کی گود میں پرورش پائی تھی۔ یہ بہت نیک اور پاک بی بی تھیں۔ ان کی پاک زندگی سب مسلمان عورتوں کے لئے نمونہ ہے اور نیک بیبیاں اُن کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرتی ہیں۔

ہمارے رسول نے اپنی عزیز بیٹی فاطمہؑ کی شادی حضرت

علیؑ سے کی۔ حضرت علیؑ ہمارے رسولؐ کے چچازاد بھائی تھے اور دین اسلام کی تعلیم میں ان کے سچے پیرو تھے۔ حضرت فاطمہؑ کے ہاں ۱۵ رمضان ۳ہجری کو ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام حسنؑ رکھا گیا۔ یہ ہمارے رسولؐ کے بڑے نواسے تھے۔ پھر ۴ھ میں ۳ شعبان کو خدا نے حضرت فاطمہؑ کو ایک اور بیٹا دیا۔ اُن کا نام حسینؑ رکھا گیا۔ یہ ہمارے رسولؐ کے دوسرے نواسے تھے۔

ہمارے رسولؐ اپنے ان نواسوں کو بہت چاہتے تھے اور یہ بچے بھی اپنے نانا سے بہت محبت کرتے تھے۔

ایک دفعہ ہمارے رسولؐ حضرت علیؑ اور دوسرے اصحاب کے ساتھ جا رہے تھے راستہ میں آپ کو دونوں نواسے ملے۔ آپ نے حضرت حسنؑ کو ایک کاندھے پر اور حضرت حسینؑ کو دوسرے کاندھے پر سوار کر لیا۔ حضرت علیؑ اور دوسرے صحابہ نے چاہا کہ ان کو رسولؐ کے کاندھوں سے اتار کر خود لے لیں مگر صاحبزادوں نے نہ مانا اور کہا کہ ہمیں اپنے نانا کے کاندھے سب لوگوں سے زیادہ پیارے ہیں۔

ایک دن ہمارے رسول سجدہ میں تھے حسینؑ آئے اور محبت سے اپنے نانا سے لپٹ گئے۔ انھوں نے نماز ختم کی اور اپنے پیارے نواسے کو گود میں لے لیا۔ ایک یہودی ہاں حاضر تھا۔ اس کو رسولؐ کی یہ محبت پسند نہ آئی۔ اور کہنے لگا کہ آپ بچّوں سے اتنی زیادہ محبت کرتے ہیں جو ہمیں پسند نہیں ہے۔ ہمارے رسولؐ نے فرمایا اگر تم خدا اور رسولؐ پر ایمان لاتے تو تم بھی بچوں کو اپنے لئے رحمت اور آرام کا باعث سمجھتے۔

ایک دن ہمارے رسول مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے اور منبر پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے۔ دونوں نواسے اپنے نانا کو سلام کرنے کے لئے مسجد میں تشریف لائے۔ اس وقت وہ لمبے لمبے عربی کرتے پہنے ہوئے تھے حضرت حسینؑ کا پاؤں کرتے میں اُلجھ گیا اور قریب تھا کہ وہ گر پڑیں۔ رسولؐ نے جیسے ہی یہ دیکھا فوراً منبر سے نیچے اُتر آئے اور نواسوں کو گود میں اٹھا لیا۔ اور منبر پر جاکر دوبارہ وعظ شروع کر دیا۔

ہمارے رسولؐ سب بچّوں سے بہت محبت کرتے تھے

پھر حسنؑ اور حسینؑ تو ان کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ چھوٹے بچوں سے محبت کرنا ہمارے رسولؐ کی خصوصیت تھی ہمیں اپنے رسولؐ کی پیروی کرنی چاہیئے۔

سوالات

۱۔ حضرتِ حسینؑ کون تھے؟

۲۔ آپ کا ہمارے رسولؐ سے کیا رشتہ تھا؟

۳۔ مثالیں دے کر سمجھاؤ کہ بچوں سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے۔

حسنؑ اور حسینؑ اسلام کے سپاہی تھے

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ہمارے رسولؐ نے عرب کی ایک بستی کے عیسائیوں کو مسلمان ہونے کی دعوت دی۔ اُن کے چودہ آدمی حالات معلوم کرنے کے لئے مدینہ آئے اور ہمارے رسولؐ سے ملے۔ جب مباحثہ سے اُن کی تسلّی نہ ہوئی تو آپس میں یہ بات قرار پائی کہ دونوں فریق کھلے میدان میں جمع ہوکر خدا سے دعا مانگیں کہ وہ جھوٹ اور سچ کا فرق ظاہر کردے اور جو فریق جھوٹ پر ہو اس پر خدا کا عذاب نازل ہو۔ اس قسم کے مقابلہ کو مباہلہ کہتے ہیں۔

جب اگلے روز مدینہ کی وادی پر آفتاب طلوع ہوا تو رسولؐ خدا اس شان سے میدان مباہلہ میں پہنچے کہ آگے آگے آپ خود تھے۔ امام حسینؑ آپ کی گود میں تھے امام حسنؑ اُنگلی پکڑے ساتھ چل رہے تھے۔ آپ کے پیچھے ایک چادر

اوڑھے آپ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؑ تھیں۔ اور اُن کے پیچھے حضرت علیؑ۔ جب عیسائی پادریوں نے رسولؐ خدا کی اس چھوٹی سی فوج کو آتے دیکھا۔ جن کے چہروں پر سچائی کا نور تھا تو اُن کے دلوں پر ایسا رعب چھایا کہ اُن کے بڑے پادری نے کہا "اے قوم میں اس وقت ایسے آدمیوں کے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ خدا سے پہاڑ کے ٹل جانے کی دعا کریں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیگا۔ خبردار! ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔" عیسائی خدا کے عذاب سے ڈرے اور مباہلہ نہ کیا۔ اس طرح ہمارے رسولؐ کو فتح حاصل ہوئی اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حسنؑ اور حسینؑ بچپن ہی سے دینِ اسلام کے سچے سپاہی تھے۔

اس وقت ہمارے رسولؐ نے خداوند تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے خدا ان نیک اور پاک بندوں کو ہمیشہ پاک اور پاکیزہ رکھنا۔ ہمارے رسولؐ کی یہ دعا منظور ہوئی چنانچہ اسی وجہ سے مسلمان ان پانچوں بزرگوں یعنی ہمارے رسولؐ

حضرت محمدؐ۔ حضرت علیؑ۔ حضرت فاطمہؑ۔ حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کو "پنجتن پاک" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ سب اللہ کے پاک بندے ہیں۔ ہمیں ان سے محبت کرنی چاہیے اور کوشش کرنی چاہیے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلیں اور دین اسلام کی سچی خدمت کے لئے تیار رہیں۔

سوالات

(۱) مباہلہ کسے کہتے ہیں؟

(۲) ہمارے رسولؐ نے کس سے مباہلہ کیا؟

(۳) مباہلہ میں رسولؐ کے ساتھی کون تھے اور وہ کس شان سے میدان میں پہنچے تھے؟

(۴) مباہلہ کا کیا نتیجہ ہوا؟

(۵) پنجتنؑ پاک کے نام بتاؤ۔

(۶) انھیں پنجتنؑ پاک کیوں کہتے ہیں؟

امام حسینؑ کے بزرگوں کی وفات

ہمارے رسولؐ ۱۱ھ ہجری میں بیمار ہوئے۔ آپ بیماری کی حالت میں بھی اپنے نواسوں کو اپنے پاس بلایا کرتے اور انھیں پیار کرتے تھے۔ جب آپ کی بیماری زیادہ بڑھ گئی تو ایک دن آپ نے غش سے آنکھیں کھولیں فرمایا کہ میرے بیٹوں کو بلاؤ۔ لوگ حسنؑ اور حسینؑ کو لائے۔ یہ دونوں بھائی روتے ہوئے اپنے نانا کے پاس گئے۔ آپ نے ان کو خوب پیار کیا۔ اپنی اُمت کو اور صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ وہ ان کی عزّت کریں۔ اور ان سے محبّت کریں۔

کچھ عرصہ کے بعد ہمارے رسولؐ نے انتقال فرمایا سب لوگوں کو اس موت کا بہت صدمہ ہوا۔ خصوصاً آپ کی بیٹی حضرت فاطمہؑ کو تو اتنا رنج ہوا کہ اُنھوں نے بھی چھ مہینہ کے اندر ہی رحلت فرمائی۔ آپ نے آخری وقت حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ میرے بچوں سے محبت کرنا۔ ان سے میرے بعد

بلند آواز سے بھی نہ بولنا کیونکہ ان کا دل ٹوٹ جائیگا۔۔۔۔ابھی
کل کی بات ہے کہ ان کے نانا کا سایہ ان کے سروں سے اُٹھ گیا
ہے۔ اور اب وہ ماں کے مرنے سے اور غمگین ہوں گے۔

ہمارے رسول کے بعد مسلمانوں میں پھوٹ پڑنے لگی حضرت
علیؑ کی خلافت کے زمانہ میں معاویہ نے جو ملک شام کا گورنر تھا
بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ اور حضرت علیؑ سے کئی مرتبہ جنگ کی
ابھی یہ جنگ ختم نہ ہوئی تھی۔ کہ ۱۹ر ماہ رمضان المبارک ۴۰؁ھ
ہجری کو جب حضرت علیؑ کوفہ کی مسجد میں صبح کی نماز پڑھا رہے تھے
ایک بدبخت اور بے ایمان شخص نے اپنی تلوار سے آپ کے سر پر
نہایت ہی کاری زخم لگایا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے اور
۲۱ر رمضان المبارک ۴۰؁ھ ہجری کو اس دنیا سے رحلت فرمائی۔
حضرت علیؑ نے اپنے مرنے سے پہلے اپنے صاحبزادوں کو
بلایا اور یہ نصیحت فرمائی۔ تم دنیا کو طلب نہ کرنا اگرچہ وہ تمھیں
طلب کرے اور تمھاری طرف مائل ہو۔ دنیا کی دولت کے
نہ ملنے پر حسرت و افسوس کا اظہار نہ کرنا۔ ہمیشہ سچی بات کہنا اور

سچ پر قائم رہنا۔ ایسے کام کرنا کہ خدا تمھیں ان کا نیک بدلہ دے ہمیشہ ظلم کی مخالفت اور مظلوم کی حمایت کرنا۔

حضرت علیؑ کے بعد خلافت حضرت حسنؑ کو پہنچی مگر معاویہ نے ان کا بھی مقابلہ کیا اور آخر اس لڑائی جھگڑے کو مٹانے کے لئے حضرت حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی صلح نامہ میں یہ بھی ایک شرط تھی کہ معاویہ اپنے بعد کسی کو امیر مقرر نہ کرے۔ بلکہ اس کا فیصلہ مسلمانوں پر چھوڑ دے۔ حضرت امام حسنؑ کو اس حالت میں بھی امن نصیب نہ ہوا۔ آپ کو زہر دیا گیا جس کے اثر سے آپ کے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اور خون کی قے ہوئی اور آخر آپ نے اس دنیا سے کوچ فرمایا۔ امام حسین علیہ السّلام نے اپنے بھائی کو اپنے نانا کے قریب دفن کرنا چاہا۔ مگر کچھ لوگوں نے آپ کی مزاحمت کی۔ چنانچہ آپ کو مدینہ کے قدیمی قبرستان جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا جہاں آپ کی قبر بھی ظلم سے محفوظ نہیں رہی اور موجودہ زمانہ کے بادشاہ نجد و حجاز ابن سعود نے آپ کے روضہ کو کھود کر زمین کے برابر کر دیا۔

سوالات

(۱) رسول اللہ نے اپنی اُمت اور صحابہ کو امام حسنؑ اور حسینؑ کے بارہ میں کیا وصیت کی تھی -

(۲) امام حسنؑ کے ساتھ لوگوں نے کیا سلوک کیا ؟

(۳) حضرت علیؑ نے اپنے بیٹوں کو کیا نصیحت فرمائی تھی -

(۴) ظالم اور مظلوم سے کیا برتاؤ کرنا چاہیئے ؟

(۵) ابن سعود نے مظلوم حسنؑ کی قبر کے ساتھ جو برتاؤ کیا اوسکے متعلق تمھارا کیا خیال ہے -
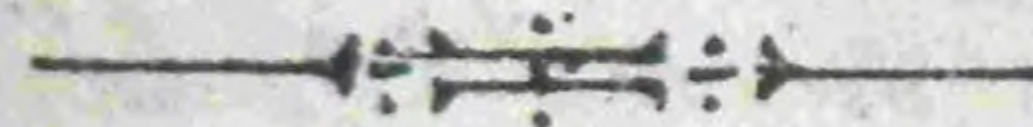
امام حسینؑ کے اخلاق

امام حسینؑ بہت ہی سخی اور نرم دل تھے۔ کوئی محتاج آپ کے در سے خالی نہ جاتا تھا۔ آپ کا قول تھا کہ جب کسی نے تم سے سوال کیا تو گویا اُس نے اپنی آبرو تمھارے حوالے کر دی اور خود اس کا کچھ خیال نہ کیا۔ تم اسے خالی ہاتھ واپس کر کے اپنی آبرو زائل نہ کرو۔

آپ بڑے بردبار تھے لوگوں پر ناراض نہ ہوتے تھے بلکہ ان سے رحم اور ہمدردی سے پیش آتے تھے اور اُن کے قصور معاف کر دیتے تھے۔ ایک دن آپ کھانا کھا رہے تھے کہ لونڈی ایک پیالہ میں گرم کھانا لائی۔ پیالہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اور گرم گرم سالن امام حسینؑ کے کپڑوں اور جسم پر گر گیا۔ لونڈی ڈری اور اُس نے فوراً قرآن پاک کی ایک آیت پڑھی[1] جس کا ترجمہ یہ ہے:۔ "خدا ان احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے جو غصے کو

---

[1] والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین۔

پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں" آپ نے یہ سن کر فرمایا
کہ میرا غصہ دور ہو گیا اور میں نے تجھے معاف کیا اور خدا کے نام پر
آزاد کر دیا۔

امام حسینؑ نے پچیس مرتبہ پیدل حج کیا۔ ایک دفعہ آپ حج کو
تشریف لئے جا رہے تھے کہ راستہ میں حاجیوں کا ایک قافلہ ملا۔
لوگ آپ کی عزت کے خیال سے اپنی سواریوں سے اُتر گئے۔
لیکن پیدل چلنے میں لوگوں کو تکلیف محسوس ہوئی۔ ایک شخص نے
آپ سے درخواست کی آپ بھی سوار ہو جائیں۔ کیونکہ آپ کے
ادب کی وجہ سے کوئی دوسرا بھی سوار نہیں ہو سکتا۔ چونکہ آپ خدا
کے راستے میں پیدل ہی چلنا چاہتے تھے اس لئے آپ نے
وہ راستہ چھوڑ دیا اور دوسرے راستے سے حج کو تشریف لے گئے
آپ ہمیشہ لوگوں کو نصیحت اور نیک ہدایت کیا کرتے تھے
لیکن ایسی اچھی طرح کہ اس سے کسی کا دل نہ دکھتا۔ آپ کے
بچپن کا زمانہ تھا۔ ایک دن آپ اپنے بڑے بھائی امام حسنؑ کے
ساتھ ایک مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک بوڑھے عرابی کو

دیکھا جو غلط طریقہ پر وضو کر رہا تھا۔ دونوں بھائیوں نے ذرا بلند آواز سے آپس میں گفتگو کرنی شروع کی۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم صحیح طریقہ پر وضو کرنا نہیں جانتے یہ گفتگو کرتے ہوے آپ اس بُڑھے کے پاس آئے اور سلام کیا اور کہا کہ اے شیخ تم ہمارے پنچ ہو جاؤ اور دیکھو کہ ہم میں کون اچھی طرح وضو کرتا ہے۔ چنانچہ دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کے بعد وضو کیا۔ بوڑھا آدمی سمجھ گیا اور کہنے لگا کہ آپ دونوں نے وضو بالکل ٹھیک کیا ہے۔ میں ہی نادان تھا۔ اب میں نے آپ کی بدولت وضو کا ٹھیک طریقہ سیکھ لیا۔

سوالات

(۱) کسی سے سوال کرنا کیوں برا ہے۔

(۲) جب کوئی تم سے کچھ مانگے تو تمھیں اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔

(۳) حضرت امام حسینؑ کا کوئی واقعہ بتاؤ جس سے معلوم ہو کہ غصہ کرنا بری بات ہے۔

(۴) نصیحت کرنیکا اچھا طریقہ کونسا ہے۔ مثال دیکر سمجھاؤ۔

معاویہ اور حسینؑ

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے رسول کے بعد مسلمانوں میں
دنیا کی اور اُسکے مال و دولت کی محبت بڑھ گئی تھی۔ اور حکومت
کرنے کی ہوس میں انھوں نے رسول کے احکام کو بھلا دیا تھا۔
تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ معاویہ نے حکومت حاصل کرنے کے لئے
حضرت علیؑ اور امام حسنؑ سے جنگ کی تھی۔ اب اس کی یہ خواہش
ہوئی کہ ہمیشہ کے لئے اپنے خاندان کی سلطنت قائم کر دے۔
چنانچہ اُس نے کوشش کی کہ لوگوں سے عہد لے لے کہ اس کے بعد
اسکے بیٹے یزید کو اپنا خلیفہ اور بادشاہ تسلیم کر لیں گے چونکہ وہ
خود بادشاہ تھا اس لئے اُس نے حکومت کا دباؤ ڈال کر اور روپے
کا لالچ دے کر بہت سے لوگوں کو یزید کی خلافت پر رضامند کر لیا۔
مگر مدینہ اور مکہ والے اس پر راضی نہ ہوئے۔ معاویہ نے چاہا
کہ ان لوگوں کو بھی ڈرا کر اس پر راضی کر لے چنانچہ وہ ایک ہزار
سوار لے کر خود مدینہ آیا۔ مگر حضرت امام حسینؑ۔ عبداللہ ابن زبیر

حضرت ابو بکر کے بیٹے عبد الرحمان اور حضرت عمر کے بیٹے عبد اللہ
معاویہ کے مدینہ میں آنے کی خبر پاکر یہاں سے مکہ چلے گئے۔ کیونکہ یہ
سب معاویہ کی اس چال سے بہت ناراض تھے۔ معاویہ نے
مدینہ میں لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا جس میں یزید کی تعریف کی
اور فرمایا کہ کوئی شخص خلافت کا اس سے زیادہ مستحق نہیں ہے
نتیجہ یہ ہوا کہ مدینے کے عام لوگ معاویہ سے دب گئے۔ یہاں
سے مطمئن ہو کر معاویہ نے مکہ کا رخ کیا۔ وہاں حضرت امام حسینؑ
جناب عبد اللہ اور جناب عبد الرحمٰن ان سے ملے۔ معاویہ نے
چاہا کہ ان حضرات سے بھی یزید کو خلیفہ تسلیم کرائے مگر وہ کسی طرح
اس بات پر راضی نہ ہوئے معاویہ نے کہا "تم لوگ انکار کرتے رہو
لیکن میں یزید کو ولی عہد ضرور بناؤں گا۔ خدا کی قسم اگر کسی نے
میری بات رد کی تو خیر نہ ہوگی" غرضکہ اپنی حکومت۔ قوت اور
دولت کے زور سے معاویہ نے اکثر لوگوں کو یزید کے ولی عہد ماننے پر
مجبور کر دیا۔ مگر حضرت امام حسینؑ، عبداللہ ابن عمر، عبد الرحمٰن بن ابی بکر اور
عبداللہ بن زبیر اس پر رضامند نہ ہوئے اور اپنی بات پر اڑے رہے

ممکن ہے تم یہ سوچتے ہو کہ ان لوگوں نے یزید کے ولی عہد ہونے کی کیوں مخالفت کی۔ اس کی کئی وجہیں تھیں۔ مثلاً

اول تو معاویہ نے یزید کو حاکم مقرر کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ اسلام کی تعلیم اور دستور دونوں کے بالکل خلاف تھا۔ دستور یہ تھا کہ سب لوگ مل جل کر آزادی سے کسی موزوں شخص کو اپنا حاکم مقرر کرتے تھے اور اُس کو سلطنت کا کام سپرد کر دیتے تھے یزید کا مقرر کیا جانا عام لوگوں کی مرضی کے خلاف تھا۔ انھوں نے اس کے متعلق آزادی سے کوئی رائے نہ دی تھی بلکہ اس کے باپ کے اثر اور دباؤ سے مجبور ہو گئے تھے۔ اسکے علاوہ یزید ایک نہایت ہی بدچلن اور نالائق آدمی تھا۔ جو نہ اسلام کی تعلیم سے واقف تھا نہ اس کے احکام کی پابندی کرتا تھا بھلا ایسا آدمی مسلمانوں کی سلطنت کی دیکھ بھال کیسے کر سکتا تھا؟ اور اُس پر یہ غضب تھا کہ یزید ہمارے رسول کا جانشین ہونیکا دعوے دار بن رہا تھا۔

سوالات

(۱) معاویہ نے یزید کی ولی عہدی کے لئے کس طرح کوشش کی۔

(۲) کون لوگ تھے جو اس کی ولی عہدی پر رضامند نہ ہوئے۔

(۳) ان لوگوں کو یزید کی ولی عہدی پر کیوں اعتراض تھا۔

(۴) حاکم کے انتخاب کا دستور کیا تھا۔

یزید کی خلافت

سنہ ۶۰ ہجری میں معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا یزید اس کے تخت پر بیٹھا۔ بادشاہ بنتے ہی اس نے پہلا کام یہ کیا کہ مختلف صوبوں کے گورنروں کو لکھا کہ وہ ہر جگہ لوگوں کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ اسے اپنا بادشاہ اور دینی پیشوا یعنی خلیفہ رسول تسلیم کر لیں۔

اب تم اس بات پر غور کرو کہ اگر ہم کسی کو اپنا دینی پیشوا مان لیں

تو اس کا کیا نتیجہ ہو گا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کے ہر حکم کو صحیح جانیں اور اس کی پیروی کریں ہر معاملے میں اس کے چلن پر چلیں۔ گویا ہم اپنے آپ کو اس کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے اگر کسی شخص کو ہم اپنا دینی پیشوا تسلیم کریں تو عربی محاورے میں اسے بعیت کرنا کہتے ہیں۔

یزید نے مدینہ کے گورنر کو لکھا کہ امام حسینؑ کو مجبور کرو کہ وہ میری بعیت کریں اور مجھے رسول کا سچا جانشین اور اپنا دینی پیشوا مان لیں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ایسے موقع پر امام حسینؑ کو کیا کرنا چاہیے تھا اور انھوں نے کیا کیا ہو گا۔ کیا یہ ممکن تھا کہ وہ ایک ایسے شخص کو رسول کا جانشین مان لیتے جو بدچلن اور ظالم اور شرابی تھا اور کھلم کھلا اسلام کی تعلیم کی مخالفت کرتا تھا؟ اگر امام حسینؑ جنھوں نے رسول کی گود میں تعلیم پائی تھی اسے اپنا دینی پیشوا مان لیتے تو اسلام کی کیا حالت ہو جاتی؟ ہم تمھیں بتائیں گے کہ اس موقع پر امام حسینؑ نے کس طرح ایک بہادر انسان اور سچے مسلمان ہونے کا ثبوت دیا؟

اس زمانہ میں مدینہ کا گورنر ولید تھا۔ جب یزید کا خط اسے ملا اس نے فوراً ایک آدمی امام حسینؑ کو بلانے کے لئے بھیجا۔ امام حسینؑ نے اس قاصد سے کہا کہ "تم جاؤ میں ابھی آتا ہوں"۔ امام حسینؑ کو یہ اندیشہ تھا کہ ممکن ہے ولید انھیں اپنے مکان پر بلا کر قید کرلے یا قتل کر ڈالے۔ اس لئے آپ نے اپنے چند دوستوں اور عزیزوں کو ساتھ لیا اور اس کے مکان پر پہنچے۔ آپ نے اپنے دوستوں اور عزیزوں کو باہر چھوڑا اور خود ولید کے مکان میں داخل ہوئے۔ ولید نے آپ کو بڑی عزت سے بٹھایا۔ امام حسینؑ نے پوچھا تم نے مجھے کیوں بلایا ہے۔ ولید نے معاویہ کی موت کی خبر دی اور یزید کی بیعت کے لئے کہا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ جب تم سب لوگوں کو بیعت کے لئے بلاؤ گے میں بھی ساتھ ہوں گا۔ اُسوقت تمھیں اس بات کا جواب دوں گا۔ ولید نے امام حسینؑ کے اس جواب کو پسند کیا۔ اور وہ اپنے ہمراہیوں سمیت واپس چلے آئے۔

اب ولید نے مدینہ میں یزید کی بیعت لینے کے لئے لوگوں پر

سختیاں کرنی شروع کیں ۔ امام حسینؑ کسی حالت میں یزید کی بعیت کرنے کو تیار نہ تھے ۔ یزید کا حکم تھا کہ اگر وہ بعیت نہ کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے ۔

امام حسینؑ اسوقت بہت سوچ میں تھے کہ کیا کریں ۔ یزید کے ساتھیوں کی طرف سے فساد کا بڑا اندیشہ تھا چنانچہ آپنے یہ طے کیا کہ قتل و غارت سے محفوظ رہنے کے لئے مکہ چلے جائیں کیونکہ خداوند تعالیٰ نے مکہ کو امن کی جگہ قرار دیا ہے اور مسلمانوں کے لئے حکم ہے کہ وہاں کسی حالت میں بھی قتل اور خون ریزی نہ کریں ۔

سوالات

(۱) معاویہ کے مرنے پر اس کی حکومت کس کے ہاتھ آئی ؟

(۲) یزید نے مدینہ کے گورنر کو کیا حکم لکھا ؟

(۳) امام حسینؑ یزید کی بعیت پر کیوں رضا مند نہ تھے ؟

(۴) امام حسینؑ نے مدینہ سے مکہ کا قصد کیوں کیا ۔

امام حسینؑ مکہ میں

امام حسین کو یزید کی طرف سے یہ اندیشہ تھا کہ وہ ان کو قتل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس لئے آپ نے مدینہ چھوڑنے سے پہلے اپنے بھائی محمد حنفیہ کو اپنا وصیت نامہ لکھ کر دیا جس میں علاوہ اور باتوں کے یہ لکھا تھا کہ "میں کسی ظلم یا فساد یا بری نیت سے مدینہ نہیں چھوڑ رہا ہوں بلکہ محض امت محمدی کی اصلاح اور ہدایت کا خیال مجھے یہاں سے لے جا رہا ہے۔ چاہتا ہوں کہ لوگوں کو نیکی کی ہدایت اور بدی کی ممانعت کروں۔

آپ شعبان ۶۰ ہجری میں اپنے اہل و عیال سمیت مکہ پہنچ گئے وہاں لوگوں نے آپ کی بہت عزت کی۔ مکہ کے گورنر نے فوراً آپ کے وہاں پہنچنے کی خبر یزید کو دی۔ عبداللہ ابن زبیر بھی یزید کی بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے یہ پہلے ہی مدینہ سے مکہ چلے آئے تھے۔ یزید نے ان کے مدینہ سے چلے آنے کو ولید کی کمزوری خیال کر کے اس کو گورنری سے ہٹا دیا اور اس کی جگہ دوسرا

گورنر مقرر کیا۔ اس گورنر نے مدینہ پہنچ کر عبداللہ ابن زبیر کے بھائی عمر ابن زبیر کو اپنے ساتھ ملالیا۔ اب مدینہ میں عبداللہ ابن زبیر کے ساتھیوں پر سختیاں ہونے لگیں اور عمر ابن زبیر اپنے بھائی عبداللہ ابن زبیر کو گرفتار کرنے کے لئے مکہ کی طرف فوج لے کر روانہ ہوا۔ وہی فتنہ و فساد جس کے اندیشہ سے امام حسین نے مدینہ چھوڑا تھا مکہ میں بھی شروع ہوا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ڈر پیدا ہوا کہ مسلمان مکہ کے مقدس شہر میں جہاں قتل اور فساد منع ہے ایک دوسرے کا خون بہانے لگیں گے۔ اور اپنے ہاتھوں مکہ کی عزت کو برباد کر دیں گے۔ ان سب باتوں نے امام حسین کو سوچ میں ڈال دیا۔

دوسری طرف کوفہ کے مسلمان یزید کی بادشاہت سے ناراض تھے انھوں نے امام حسین کو بے شمار خطوط لکھے کہ آپ یہاں تشریف لائیے تاکہ ہم آپکے سبب سے ہدایت پائیں یزید ظالم اور بدکار ہے ہم ہرگز اُس کو رسول کا جانشین تسلیم نہیں کرتے۔ ابتدا میں امام حسینؑ نے ان خطوط کے جواب میں خاموشی اختیار کی۔ مگر جب اس کے بعد پے در پے بہت سے قاصد آئے تو آپ نے جواب دیا

کہ جب تک میری زندگی ہے میں مکہ سے باہر نہ نکلوں گا۔ مجھے نہ حکومت کی خواہش ہے اور نہ لوگوں پر ظلم اور جبر کرنے کی ضرورت!

اس جواب کے بعد بھی کوفیوں کے خطوط برابر آتے رہے۔ یہاں تک کہ خطوط کی تعداد سیکڑوں تک پہنچی۔

اب امام حسین کے لئے کیا چارہ کار باقی تھا؟ تم ہی بتاؤ کہ جب ایک بدکار اور ظالم شخص زبردستی ہمارے رسولؐ کا جانشین بن جائے اور دین میں بری باتیں جاری کرے۔ تو رسولؐ کے سچے پیرو اور جانشین کو کیا کرنا چاہیئے؟ کیا وہ اپنے آرام اور امن کا خیال کرکے ان کی طرف سے مُنھ موڑ لے؟ کیا وہ اپنی آنکھوں کے سامنے لوگوں کو غلط راستے پر چلنے دے اور اپنے تن من دھن سے حق اور راستی کی حمایت نہ کرے۔ اب امام حسینؑ نے ضروری سمجھا کہ اس معاملہ کی طرف توجہ کریں چنانچہ آپ نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو ایک خط دے کر کوفہ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ وہاں کے صحیح حالات معلوم کریں۔ آپ نے اس خط میں لکھا کہ میں اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں تاکہ یہ کوفے کے

حالات سے مجھے اطلاع دیں۔ اگر حالات وہی ہیں جو تم نے لکھے ہیں اور تم سب متفق ہو کر مجھے بلانا چاہتے ہو تو میں عنقریب اُوں گا بھائیو! امام وہی ہے جو اللہ کی کتاب پر عمل کرتا ہے۔ اور اپنے رسولؐ کو پہچانتا ہے۔ انصاف پر قائم ہے اور سچے رستہ پر چلتا ہے۔

امام حسینؑ مکہ کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ مگر کوفہ والوں کی دعوت اور مکہ میں خونریزی کی خبروں کے سبب سے حضرت نے عراق جانے کا ارادہ کیا۔ آپ کے بعض خیر خواہوں نے آپ سے عرض کیا کہ کوفہ کے لوگ امیر اور مال دار ہیں سونے چاندی پر جان دیتے ہیں۔ وہ مال اور دولت کے لالچ میں حکومت کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ آپ عراق نہ جائیں۔ آپ نے ان سب کی نصیحت اور خیر خواہی کا شکریہ ادا کیا لیکن یہ فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ یزید کے ساتھی مجھے نہ چھوڑیں گے خواہ میں چیونٹوں کے سوراخوں میں بھی جا چھپوں۔ موت ہر ایک انسان کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ مجھے مکے کی نسبت عراق میں مارا جانا زیادہ پسند ہے۔

بات یہ ہے کہ آپ کو مسلمانوں کے مقدس شہر اور قبلہ گاہ یعنی مکہ کی حرمت کا بہت خیال تھا اور آپ فرماتے تھے کہ اگر مجھے مکہ سے ایک بالشت باہر بھی قتل کر دیا جائے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ میں مکہ میں مارا جاؤں۔

حج کے دنوں میں امام حسینؑ کو یہ معلوم ہوا کہ عین حج کے روز یزید کے ساتھی آپ کو قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا مکہ کی حرمت کو قائم رکھنے کے لئے آپ حج سے ایک دن پہلے ہی کوفہ کو روانہ ہو گئے۔

سوالات

(۱) امام حسینؑ مدینہ سے مکہ کس ارادہ سے گئے تھے؟

(۲) مکہ میں فساد کا اندیشہ کیونکر پیدا ہوا؟

(۳) امام حسینؑ نے کوفہ والوں کی خواہش پر کوفہ جانا کیوں ضروری سمجھا؟

(۴) امام حسینؑ حج سے ایک دن پہلے کس وجہ سے مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے؟

مسلم بن عقیل کوفہ میں

مسلم بن عقیل امام حسینؑ سے جدا ہو کر یکم ذی الحجہ ۶۰ھ ہجری کو کوفہ میں داخل ہوئے۔ کوفہ کے لوگ جوق جوق آپ سے ملاقات کرنے کے لئے آتے رہے۔ اس بات کی خبر یزید کے گورنر نعمان کو پہنچی لیکن وہ ایک صلح پسند آدمی تھا خواہ مخواہ فساد کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ میں شبہ کی بنا پر کسی کو گرفتار نہیں کروں گا۔ لیکن اگر تم یزید کی بیعت سے پھر جاؤ گے تو میں تلوار سے تمھاری خبر لوں گا۔ لیکن یزید کے ہوا خواہ اس پر مطمئن نہ ہوئے۔ انھوں نے یزید کو نعمان کی شکایت لکھ بھیجی اور درخواست کی کہ کسی زیادہ سخت آدمی کو گورنر مقرر کرے تاکہ وہ مخالف لوگوں کو دبائے۔ یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا اور اسے لکھا کہ مسلم بن عقیل کو فوراً قتل کر دیا جائے۔

ابن زیاد کے کوفہ پہنچنے سے پہلے بہت سے لوگ پوشیدہ طور پر حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ مگر حضرت مسلم امام حسینؑ

کے حکم کے مطابق سلطنت کے کاروبار میں دخل نہ دیتے تھے کیونکہ آپ کا کام تو دین کی ہدایت کرنا تھا۔

لوگوں کو امام حسینؑ کے آنے کا انتظار تھا کہ ایک رات ابن زیاد اپنے لشکر سمیت کوفہ میں داخل ہوا۔ لوگ سمجھے کہ امام حسینؑ تشریف لائے ہیں۔ وہ سلام کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اے رسولؐ کے بیٹے تمہارا آنا مبارک ہو۔ جب ابن زیاد گورنر کے محل میں داخل ہوا تو حقیقت کھلی کہ یہ عبید اللہ ابن زیاد ہے جو یزید کی طرف سے حاکم مقرر ہو کر آیا ہے۔ لوگ بہت ڈرے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ابن زیاد نے لوگوں کو جامع مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا اور کہا کہ مجھے اُن لوگوں کے نام بتاؤ جو یزید سے باغی ہو گئے ہیں۔ اس نے انھیں دھمکی یہ دی کہ اگر کوئی شخص صحیح اطلاع نہ دے گا اور اس کے دوستوں یا عزیزوں میں سے کسی نے یزید کی مخالفت کی تو اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور اس کا گھر بار ضبط ہو جائے گا۔ لیکن جو لوگ خبر یں پہنچائیں گے انھیں معاف کر دیا جائے گا۔ علاوہ اس کے اُس نے حضرت مسلم

بن عقیل کا پتہ معلوم کرنے کے لئے اپنے جاسوس بھی چھوڑے اور شہر کے مشتبہ لوگوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ اگرچہ اس سختی اور پکڑ دھکڑ سے بہت لوگ امام حسینؑ سے پھر گئے اور انھوں نے اپنے جان و مال کی خاطر ایمان کا خیال نہیں کیا لیکن بعض لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے کسی لالچ یا ذاتی آرام کی خاطر اپنے ایمان کو نہیں بیچا۔ سچے لوگ وہی ہیں جو سب کام اللہ کی خاطر کرتے ہیں۔ دنیا اور سلطنت حاصل کرنے کے لئے اپنے دین اور ایمان کو خراب نہیں کرتے۔

ابن زیاد کے حکم سے گرفتاریاں ہو رہی تھیں اور چاروں طرف جاسوس لگے ہوئے تھے حضرت مسلم بن عقیل ان دنوں ہانی بن عروہ کے گھر میں پوشیدہ تھے۔ اور ہانی کے گھر میں بصرہ کا ایک رئیس بیمار پڑا تھا۔ عبید اللہ ابن زیاد اس کی حالت دریافت کرنے کے لئے ہانی کے گھر آنے والا تھا۔ اس بیمار رئیس نے حضرت مسلم کو اپنے کمرے میں بلا کر ایک پردہ کے پیچھے چھپا دیا اور کہا کہ جب ابن زیاد آئے تو آپ اسے بے خبری میں قتل کر دیں۔ گر

ابن زیاد آیا اور چلا گیا۔ حضرت مسلم نے اس پر حملہ نہیں کیا۔ لوگوں نے پوچھا آپ نے برا کیا جو اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا ورنہ سارا معاملہ ابھی طے ہو جاتا۔ حضرت مسلم نے فرمایا کہ اول تو میرے میزبان کو یہ پسند نہیں تھا کہ ابن زیاد اس کے مکان پر مارا جائے۔ دوسرے ہمارے اسلامی اور خاندانی دستور کے خلاف ہے کہ ہم کسی کو چھپ کر قتل کریں اور دشمن پر پہلے ہاتھ اٹھائیں۔

ابن زیاد کے جاسوس حضرت مسلم کی تلاش میں لگے ہوئے تھے آخر ایک جاسوس نے حضرت مسلم کا پتہ چلا لیا اور ابن زیاد کو اطلاع دی کہ وہ ہانی کے گھر میں موجود ہیں۔ ابن زیاد نے ہانی کو اپنے دربار میں بلایا اور اس جاسوس کا سامنا کرایا۔ ہانی جاسوس کو دیکھتے ہی بات سمجھ گئے اور بولے کہ میں نے مسلم کو اپنے گھر نہیں بلایا۔ وہ خود وہاں آئے ہیں نے انھیں پناہ دی۔ میں اب وعدہ کرتا ہوں کہ انھیں اپنے گھر سے نکال دوں گا۔ ابن زیاد نے کہا کہ تم اُسوقت تک باہر نہیں جا سکتے جبتک مسلم کو حاضر نہ کردو۔ ہانی اس پر راضی نہ ہوئے کہ وہ رسولؐ کے نواسے کے

پیغامبر اور اپنے مہمان کو دشمن کے حوالہ کر دیں اور ان کے قتل کے باعث ہوں۔ ابن زیاد نے کہاکہ اے ہانی اگر تم مسلم کو حاضر نہ کروگے تو قتل کر دئے جاؤگے۔ ہانی نے جواب دیاکس کی مجال ہے کہ میرے ساتھ ایسا کرسکے۔ ابن زیاد نے بگڑ کر کہاکہ تم مجھے اپنے قبیلہ اور دوستوں کے بھروسہ پر ڈراتے ہو یہ کہکر ایک لکڑی جو اس کے ہاتھ میں تھی ہانی کے منھ پر ماری جس سے خون بہنے لگا۔ اس کے بعد ابن زیاد کے سپاہیوں نے ہانی کو گرفتار کرلیا اور قید خانہ میں ڈال دیا۔

کوفہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ ہانی کو قتل کر دیا گیا۔ اس پر ہانی کے قبیلہ والے اور اُن کے دوستوں نے عبید اللہ ابن زیاد کے محل کو گھیر لیا۔ ابن زیاد نے خائف ہوکر محل کے دروازے بند کرلئے۔ تھوڑی دیر میں محل کے چاروں طرف ہزار ول آدمیوں کا مجمع ہوگیا حضرت مسلم بھی اس ہجوم میں موجود تھے۔ ابن زیاد کو خطرہ ہوا کہ کہیں یہ مجمع اس کے محل پر قبضہ نہ کرلے۔ اُس نے شہر کے قاضی سے کہاکہ تم خود ہانی کو دیکھ لو اور لوگوں سے

جاکر کہو کہ وہ زندہ ہے قتل نہیں ہوا۔ اور کوفہ کے دوسرے
اسیروں سے جن میں شمر بھی شامل تھا کہا کہ وہ محل کے چاروں طرف
کی کھڑکیوں میں سے لوگوں کو سمجھا دیں۔ کہ ہانی قتل نہیں کئے گئے
لوگ خواہ مخواہ فساد نہ کریں. اطمینان سے اپنے اپنے گھروں کو
چلے جائیں۔ اگر وہ اپنے گھروں کو واپس نہ جائیں گے تو میں
فوج کو ان کے قتل کا حکم دے دوں گا۔ اور پھر کسی پر رحم نہ کیا
جائیگا۔ جب کوفہ کے لوگوں نے اپنے معزز اور سربرآوردہ لوگوں
کو یہ کہتے سنا تو وہ اپنے گھروں کو واپس ہونے لگے۔ مگر فوراً ہی
فوج نے اُن پر حملہ کر دیا۔ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اِس وقت
حضرت مسلم نے لوگوں سے کہا کہ اب ابن زیاد کی طرف سے زیادتی
شروع ہو گئی ہے تم اس کا مقابلہ کرو۔ وہ بولے کہ ہم نے امام حسینؑ
کے حق میں بیعت کی ہے وہ آئیں تو ہم لڑیں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ حکومت کے خوف اور دولت کے لالچ نے کوفے
والوں کو اندھا۔ بہرا اور بزدل بنا دیا تھا۔ قرآن شریف کی ایک آیت
ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن کے دل میں

لیکن وہ سمجھتے نہیں۔ آنکھیں ہیں لیکن دیکھتے نہیں۔ کان ہیں لیکن سنتے نہیں وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔ کوفہ والوں کی حالت ایسی ہی ہوگئی تھی۔ سب کے سب حضرت مسلم کو تنہا بے یار و مددگار چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں میں جا بیٹھے۔

سوالات

(۱) عبید اللہ ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر کیوں مقرر کیا گیا؟

(۲) اس نے لوگوں کے دلوں میں حکومت کا خوف کس طرح بٹھایا؟

(۳) حضرت مسلم نے چھپ کر عبید اللہ کو کیوں نہ مار ڈالا؟

(۴) ہانی کون تھے؟ اُنھوں نے حضرت مسلم کو ابن زیاد کے حوالہ کرنے سے کیوں انکار کر دیا؟

(۵) حضرت مسلم کے کہنے پر لوگ ابن زیاد کے خلاف لڑنے کے لئے کیوں تیار نہ ہوتے تھے اور کیا بہانہ کرتے تھے؟

کوفہ کی ایک نیک عورت اور اسکا لالچی بیٹا

اب رات ہوگئی تھی۔ حضرت مسلم بہت تھکے ماندے تھے۔ اس حالت میں ایک مکان کے سامنے بیٹھ گئے وہ مکان ایک عورت کا تھا جس کا نام طوعہ تھا۔ طوعہ نے پوچھا تم کون ہو یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ اپنے گھر کیوں نہیں جاتے؟ حضرت مسلم نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ میں مسافر ہوں میرا گھر یہاں نہیں ہے جاؤں تو کہاں جاؤں؟ طوعہ آپ کو اپنے گھر لے گئی اور بہت خاطر و مدارات کی۔ رات گئے اس کا بیٹا گھر میں آیا۔ اس نے اپنی ماں کو بار بار گھر کے دوسرے حصے میں آتے جاتے دیکھا اور پوچھا کہ تم بار بار اس طرف کیوں جاتی ہو۔ طوعہ نے اپنے بیٹے سے وعدہ لیا کہ وہ اس بات کو کسی پر ظاہر نہ کرے گا۔ اور پھر حضرت مسلم کو پناہ دینے کا قصہ بیان کیا۔

اسی رات کو ابن زیاد نے اعلان کر دیا کہ جن لوگوں نے مسلم کا ساتھ دیا ہے ان کو معاف کیا جاتا ہے لیکن آئندہ کوئی شخص ان کا ساتھ نہ دے۔ اور چونکہ وہ سرکاری مجرم ہیں اس لئے جو شخص ان کا پتہ بتائے گا یا ان کو گرفتار کرائے گا اُسے انعام دیا جائے گا۔

رات ہی سے شہر کے آنے جانے کے تمام راستے بند کر دئے گئے اور نہایت ہی سخت پہرہ لگا دیا گیا تاکہ صبح ہوتے ہی تمام گھروں کی تلاشی لی جائے اور مسلم کو گرفتار کر لیا جائے۔

حکومت کا خوف اور انعام کا لالچ بری چیز ہے۔ طوعہ کا بیٹا اس لالچ میں آگیا۔ اُس نے اپنی ماں سے جو وعدہ کیا تھا اُس کو توڑ دیا اور ابن زیاد کو خبر کر دی کہ مسلم اُن کے گھر میں موجود ہیں۔

آؤ ہم سب خدا سے دعا کریں کہ وہ ہمیں سچائی کے راستہ میں ایسا پختہ کر دے کہ حکومت کا خوف۔ دولت

کی طمع اور عہدے کا لالچ ہمیں سیدھے راستہ سے نہ ہٹائے

جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ حضرت مسلم طوعہ کے گھر میں موجود ہیں تو اُس نے فوراً تین سو سپاہی ان کی گرفتاری کے لئے بھیجے۔ سپاہیوں نے طوعہ کا مکان گھیر لیا۔ حضرت مسلم ہتھیار لگا کر گھر سے نکل آئے مگر ایک آدمی تین سو کا کیا مقابلہ کر سکتا تھا۔ ان پر ہر طرف سے حملہ ہونے لگا۔ اب وہ اُن سپاہیوں سے لڑتے جو سامنے تھے یا اُن کا مقابلہ کرتے جو مکانوں کی چھتوں پر سے پتھر اور تیر برساتے تھے۔ آخر کار آپ زخمی ہو کر گرفتار ہو گئے۔ اور ابن زیاد کے دربار میں لائے گئے۔

آپ نے دربار میں داخل ہوتے ہی فرمایا کہ اس شخص پر میرا سلام ہے جو سیدھے راستے پر چلتا ہے۔ موت کے انجام سے ڈرتا ہے۔ اور سچے اور برتر بادشاہ کی اطاعت کرتا ہے۔ ایک درباری نے ان کو ٹوکا اور کہا کہ اے مسلم تم نے امیر کو سلام نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا میرا امیر میرا

آقا حسینؑ ہے جن سے بہتر کوئی دوسرا نہیں ہے۔ میں مسلم بن عقیل ہوں۔ موت سے نہیں ڈرتا۔ ابن زیاد بولا میں تم کو ضرور قتل کروں گا۔ اور حکم دیا کہ حضرت مسلم کو قلعہ میں لیجاکر قتل کر دیا جائے اور ان کی لاش کو بے غسل وکفن قلعہ کی فصیل سے نیچے گرا دیا جائے۔ اُس نے یہ بھی حکم دیا کہ ہانی کو قلعہ سے بازار میں لے جائیں۔ اور سر راہ اُن کی گردن اڑا دیں۔ بعض تاریخوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مسلم اور ہانی کی لاشوں کو بازاروں میں گھسیٹا گیا۔

بچو! بھلا یہ تو بتاؤ کہ قتل کر دینے کے بعد لاشوں کو گلی کوچوں میں گھسیٹنے سے کیا حاصل؟ بات یہ ہے کہ ابن زیاد چاہتا تھا کہ ان باتوں سے لوگوں کے دلوں پر حکومت کا خوف بٹھا دے۔ تاکہ لوگ ڈر جائیں اور یزید کی مخالفت نہ کریں۔ عام لوگ تو اپنی جان اور مال کے خیال سے ڈر جاتے ہیں مگر خدا کے بعض بہادر اور سچے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی تکلیف سے نہیں ڈرتے اور سچائی اور ایمان کی

خاطر اپنا مال اور اپنی جان قربان کر دیتے ہیں۔ تم نے اس کتاب میں دو قسم کے لوگوں کا حال پڑھا ہے ایک تو وہ جو مال۔ اولاد۔ آرام اور حکومت کی خاطر اللہ کے رستہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ برے لوگ ہیں سچ جھوٹ کی پرواہ نہیں کرتے صرف دنیا کا آرام چاہتے ہیں مال دولت اور حکومت حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے دلوں میں اللہ کا کچھ خوف نہیں ہوتا۔ یہ اپنی خواہش کے غلام ہوتے ہیں۔ اور اسی کی پیروی کرتے ہیں۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو مال۔ اولاد۔ حکومت اور آرام کو سچ کے مقابلہ میں حقیر خیال کرتے ہیں۔ وہ اپنا مال اپنی اولاد اپنی جان تک اللہ کے راستہ پر قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ یہ اللہ اور رسول کے سچے فرماں بردار بندے ہیں ان کو اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ ہوتا ہے۔ جو لوگ اللہ کے راستہ میں اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں اُن کو شہید کہتے ہیں۔

شہید کے کیا معنی ہیں؟

شہید کے معنی گواہی دینے والے کے ہیں۔ یہ لوگ اپنی جان دے کر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ

وہ اللہ کی ذات پر پورا بھروسا رکھتے ہیں اور اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ یہ اللہ اور رسول کے سچے راستہ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور دنیا کی خاطر اپنے ایمان کو نہیں بیچتے۔

سوالات

(۱) طوعہ کے بیٹے نے حضرت مسلم کو کیوں گرفتار کرادیا؟

(۲) حضرت مسلم کی گرفتاری اور شہادت کا حال بیان کرو۔

(۳) حضرت مسلم اور ہانی کی لاشوں کو گلی کوچوں میں کیوں پھرایا گیا؟

(۴) دنیا میں کتنی قسم کے لوگ ہیں۔ ان کا حال بیان کرو۔

(۵) شہید کسے کہتے ہیں اور کیوں؟

حضرت امام حسینؑ عراق کے راستہ میں

یزید کو ادھر تو حضرت مسلم کی شہادت کی خبر ملی اور ادہر یہ بھی معلوم ہوا کہ امام حسینؑ مکہ سے کوفہ کی طرف آرہے ہیں۔ چنانچہ اس نے ابن زیاد کو لکھا۔ کہ مسلم کے ساتھ تم نے وہی سلوک کیا جو میں چاہتا تھا۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ حسینؑ اپنے اہل وعیال سمیت عراق کی طرف آرہے ہیں۔ تمکو چاہیئے کہ انھیں جاکر گھیر لو اور شیر کی طرح ان کا مقابلہ کرو اور جب تک ان کو قتل کرکے ان کا اور انکے رفیقوں کے سر میرے پاس نہ بھیجدو اسوقت تک آرام نہ لو اور پیٹ بھر کھانا نہ کھاؤ۔ ادھر نامہ بر پہنچا ادھر ابن زیاد نے فوراً دو لشکر مکہ کی طرف روانہ کردئے تاکہ وہ امام حسینؑ کو رستہ ہی میں گھیر لیں اور گرفتار کرکے اس کے دربار میں حاضر کریں۔

حضرت امام حسینؑ نے اپنا ایک پیغامبر کوفہ کے سرداروں
کے پاس ایک خط دیکر روانہ کیا تھا اوس خط میں یہ لکھا تھا
کہ میں تمھارے بلانے پر کوفہ آتا ہوں۔ اگر تم اپنے عہد پر
قائم رہوگے تو اللہ اور اُس کے رسولؐ سے اچھا بدلہ پاؤگے
اور اگر تم راہ حق سے منھ پھیرلوگے تو اپنا ہی نقصان
کروگے کیونکہ خدائے قادر تمھاری مدد کا محتاج نہیں ہے
راستہ میں ابن زیاد کے لشکر نے اس قاصد کو گرفتار
کرلیا۔ مگر اُس نے امام حسینؑ کا خط پھاڑ ڈالا۔ لشکر کے
سردار نے پوچھا یہ کس کا خط تھا اور کس کے نام تھا۔
قاصد نے جواب دیا امام حسینؑ کا خط تھا اور کوفہ کے
سرداروں کے نام تھا۔ اُس نے خط کا مضمون اور کوفہ
کے سرداروں کا نام دریافت کیا لیکن قاصد نے
بتانے سے انکار کردیا۔ اس نے قاصد کو قید کرکے
ابن زیاد کے دربار میں بھیجدیا۔
ابن زیاد نے اس سے کہا کہ اے قاصد اگر تو

ہمارے محل کی چھت پر چڑھ کر امام حسینؑ کو برا بھلا کہے تو تیری جان بخش دی جائے گی ورنہ تجھے قتل کر دیا جائے گا۔ یہ شخص بڑا ایماندار تھا۔ محل پر گیا اور اُس نے پکار کر کہا کہ امام حسینؑ ہمارے رسولؐ کے پیارے نواسے ہیں وہ دین کے سچے پیشوا ہیں وہ کوفہ کی طرف آرہے ہیں میں اُن کا ایلچی ہوں۔ تم سب لوگوں کو چاہیئے کہ اُن کی مدد کرو۔

ابن زیاد یہ سنکر بہت خفا ہوا اور حکم دیا کہ اس دلیر اور ایماندار قاصد کو محل سے نیچے گرا دیا جائے چنانچہ اُس کو محل سے نیچے گرا دیا گیا۔ اُس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے اور سر پھٹ گیا اور اُنھیں شہادت کی عزت نصیب ہوئی۔

مرحبا! کیا ہی بہادر تھا حسینؑ کا یہ ایلچی! جس کا ہمیشہ روشن رہنے والا نام قیس ابن مسہر تھا! ۔ قیس حق کا اعلان کرنے سے نہ ٹلے اور اپنی جان دے کر

شہیدوں میں داخل ہو گئے۔

جب حضرت امام حسینؑ کو راستہ میں حضرت مسلم اور قیس کے مارے جانے کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا! اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن جس کے معنی یہ ہیں کہ بیشک ہم سب اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

حضرت امام حسینؑ نے راستہ میں ایک منزل پر قیام کیا۔ تاکہ کچھ آرام فرماسکیں۔ آپ لیٹ گئے اور چونکہ تھکے ہوئے تھے آپ کی آنکھ لگ گئی تھوڑی سی دیر کے بعد آپ جاگ اُٹھے مگر پریشان اور غمگین معلوم ہوتے تھے۔ آپ کے بیٹے حضرت علی اکبرؑ نے پریشانی کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ایک آدمی کو کہتے سنا ہے کہ اے حسینؑ تم بڑی تیزی سے جا رہے ہو اور موت تمھیں تیزی سے جنّت کی طرف لئے جا رہی ہے۔

اس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ اب موت بہت قریب ہے۔ حضرت علی اکبر نے پوچھا اے بابا کیا ہم سچ کے راستہ پر نہیں ہیں؟ فرمایا بیشک حق پر ہیں اور حق ہمارے ساتھ ہے۔ حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا کہ بابا حق پر ہوتے ہوئے موت سے کیا ڈرنا۔ امام حسینؑ نے یہ سنکر فرمایا۔ شاباش میرے بیٹے! تم نے مرے دل کو خوش کیا اور قوت دی اللہ تمھیں اس کا نیک بدلہ دے۔

پیارے بچو! سچائی کی حمایت میں موت سے نہ ڈرنا چاہیئے۔ بلکہ استقلال اور اطمینان کے ساتھ بہادروں کی طرح راہ حق پر چلنا چاہیئے۔ چاہے جان اور مال پر آفت ہی کیوں نہ آجائے۔ تم نے حضرت علی اکبرؑ کی جرأت اور دلیری کا حال پڑھا۔ انکی عمر اس وقت محض اٹھارہ سال کی تھی، اللہ سے دعا کرو کہ وہ تم کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ تم اسی ہمت اور جرأت کے ساتھ سچائی کے راستہ پر چل سکو۔

سوالات

(۱) یزید نے امام حسینؑ کے ساتھ کیا سلوک کرنے کی تاکید کی تھی

(۲) اہلِ کوفہ کو اپنے قاصد کے ہاتھ امام حسینؑ نے کس مضمون کا خط لکھا تھا۔

(۳) اس قاصد کی دلیری کا کن باتوں سے پتہ چلتا ہے۔

(۴) مثال دے کر ثابت کرو کہ سچائی کے راستہ پر چلنے والے جان اور مال قربان کرنے کے لئے طیار رہتے ہیں۔

حر کا لشکر اور امام حسینؑ

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ عبید اللہ ابن زیاد نے دو لشکر کوفہ سے مکہ کی طرف روانہ کر دئے تھے۔ تاکہ وہ رستہ ہی میں امام حسینؑ کو گھیر کر گرفتار کر لیں۔ چنانچہ امام حسینؑ کا قافلہ کوفے سے چند منزل پیچھے تھا کہ سامنے سے ایک لشکر آتا ہوا نظر آیا یہ لشکر امام حسینؑ کو گرفتار کرنے آیا تھا۔ اس کے سردار کا نام حر تھا۔

چونکہ ظہر کی نماز کا وقت قریب تھا امام حسین علیہ السلام نماز کے لئے خیمہ سے برآمد ہوئے اور اس لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے لوگو میں نے کوفے آنے کا قصد اسوقت تک نہیں کیا جب تک تم نے میرے پاس خطوط اور قاصد نہیں بھیجے۔ تم اپنے قول اور قسم پر ثابت قدم ہو تو میں موجود ہوں اگر تم اپنے عہد سے پھر گئے ہو اور اپنے قول و قرار سے شرمندہ ہو اور میرے آنے کو برا سمجھتے ہو تو میں مکہ واپس جانے کو

تیار رہوں سب لوگ حضرت کا یہ ارشاد سنکر خاموش رہے۔
اسکے بعد حضرت نے نماز ظہر ادا فرمائی اور لشکر حُرؑ نے بھی
حضرت کے پیچھے نماز پڑھی۔
نماز کے بعد حضرت نے پھر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ ہم مسلمانوں
کے پیغمبر حضرت محمدؐ مصطفےٰ کی اہلبیت ہیں تمھارے مالک ہیں
جو لوگ حاکم اور والی بنے ہوے ہیں اُن کی نسبت خلافت
اور امامت کیلئے زیادہ موزوں ہیں اگر تم حق کو سمجھو گے
اور خدا سے ڈرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوگا۔ اور
اگر تم میرے آنے کو بُرا جانتے ہو اور اپنی تحریروں سے
پھر جاتے ہو تو میں کچھ نہیں کہتا اور نہ تم کو کسی بات پر
مجبور کرتا ہوں تمھیں جو کچھ کہنا ہو وہ صاف صاف کہدو
تاکہ میں مکہ واپس چلا جاؤں۔
حُرؑ نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے فرزند رسول آپ نے
دو مرتبہ خطوں کا ذکر کیا ہمیں ان خطوں کا کوئی علم نہیں۔
امام حسینؑ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ خطوں کی تھیلیاں اٹھالائے

اُس نے تھیلیاں لاکر خط زمین پر گرا دئے۔ حُر اور اُس کے سرداروں نے خطوں کو پڑھکر کہا کہ ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنھوں نے یہ خط لکھے ہیں۔ ہم ابن زیاد کی طرف سے اس لئے آئے ہیں کہ آپ کو گرفتار کرکے اس کے پاس لے جائیں۔

امام حسینؑ نے اس منزل سے چلنے کا سامان کیا بیبیاں عماریوں میں سوار ہوئیں اور حضرت نے اصحاب سے فرمایا کہ جدہر سے آئے ہو اوسی طرف واپس چلو حر نے آپ کو روکا اور اُسکی فوج سامنے آکر کھڑی ہوگئی حضرت نے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے اوس نے کہا میں چاہتا ہوں آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں حضرت نے فرمایا میں ہرگز تیرا کہنا نہیں مانوں گا اوس نے بھی کہا کہ میں ہرگز آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ یوں ہی تین مرتبہ ردّو بدل ہوئی آخر میں حُر نے کہا مجھے آپ سے لڑنے کا تو حکم نہیں مگر مجھے یہ حکم ضرور ہے کہ آپکے ساتھ رہوں جبتک کہ

آپ کوفہ پہونچیں۔ اب جبوقت کہ آپ کوفہ جانے سے انکار کرتے ہیں تو ایک ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ کو جاتا ہو اور نہ مدینہ کو حضرت نے حر کی یہ خواہش منظور فرمائی اور ایک تیسرے راستہ کی طرف روانہ ہوئے حر کا لشکر حضرت کے ساتھ ساتھ تھا یہانتک کہ ایک جگہ پہونچکر حُر کے پاس ابن زیاد کا خط آگیا کہ حسینؑ کو روک کر ایسے کھلے میدان میں ٹھرادو جہاں نہ پانی ہو نہ کوئی حفاظت کی جگہ ہو اور اُس نے قاصد کو یہ سمجھادیا کہ جبتک اس حکم کی پوری پوری تعمیل نہ ہوجائے وہ حُر کے ساتھ رہے۔ چنانچہ حُر نے امام حسینؑ سے کہا کہ امیر شام کا یہ خط آیا ہے اور مجھے حکم ہے کہ آپ کو کھلے میدان میں ٹھراؤں اس لئے آپ یہاں سے اُٹھکر میدان میں ٹھریں جہاں نہ سایہ ہو اور نہ پانی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۶۱ھ میں ماہ محرم کی دوسری تاریخ کو امام حسینؑ نے کربلا کے چٹیل میدان میں اپنے خیمے نصب کردئے۔

سوالات

(۱) جس لشکر نے امام حسینؑ کو کوفہ جانے سے روکا اوس کا سردار کون تھا۔

(۲) امام حسینؑ سے اور اس سردار سے کیا بات چیت ہوئی؟

(۳) حُر کن خیالات سے پریشان تھے؟

(۴) حُر کے پاس ابن زیاد کا کیا آخری حکم پہونچا اور اوس حکم کی کس طرح تعمیل ہوئی؟

ہمارے رسول کے نواسے کے خلاف جنگ کی تیاریاں

ابن زیاد کو خبر معلوم ہوئی کہ امام حسینؑ کربلا کے میدان میں اس خبر کے ملتے ہی پہونچ گئے ہیں۔ اس نے امام حسینؑ کو خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے کربلا میں قیام کیا ہے۔ میرے پاس یزید کا یہ حکم پہنچا ہے کہ جب تک آپ اس کی بیعت نہ کرلیں یا میں آپ کو قتل نہ کر دوں نہ بستر پر سوؤں اور نہ کھانے کا مزہ چکھوں۔ جب یہ قاصد امام حسینؑ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہرگز فلاح نہ پائیں گے جو دنیا کی خاطر اپنے اللہ کو ناراض کرتے ہیں۔ ابن زیاد کے قاصد نے خط کا جواب مانگا آپ نے فرمایا اس کا کچھ جواب نہیں۔ قاصد بغیر جواب کے واپس آیا اور جو کچھ سنا تھا وہ ابن زیاد سے بیان کردیا۔ ابن زیاد قاصد کا بیان سُنکر بہت بگڑا اور اپنے

درباریوں کو مخاطب کرکے کہا کہ تم میں سے کوئی ہے کہ
جس طرح ممکن ہو حسینؑ کو قتل کردے۔ کسی نے کچھ جواب
نہ دیا سب خاموش رہ گئے۔ کیونکہ کسی کا دل نہ مانتا تھا
کہ رسول کے نواسے کو قتل کرکے اپنی دنیا اور آخرت
دونوں کو خراب کرلے۔

آخر ابن زیاد نے ایک چال چلی اور عمر سعد کے
نام حکم لکھا کہ میں نے تم کو رے کا گورنر مقرر کیا ہے۔
تم وہاں جاکر حکومت اپنے ہاتھ میں لے لو۔ عمر سعد اس
حکم کو پڑھکر بہت خوش ہوا۔ اور رے کو جانے کے لئے
تیار ہوا۔ اس وقت ابن زیاد نے عمر سعد سے کہا کہ رے
جانے سے پہلے تم حسینؑ کا قصّہ تمام کردو۔ تاکہ میں اس
قضیہ سے فارغ ہوجاؤں۔ عمر سعد نے کہا کہ اے امیر اگر
تو مجھے حسینؑ ابن علی کے مقابلہ پر جانے سے معاف رکھے
تو تیرا بڑا احسان ہوگا۔ ابن زیاد نے کہا کہ اچھا میں نے تجھے
معاف کیا مگر رے کی حکومت کا فرمان بھی واپس کردے

عمر سعد نے کہا کہ مجھے مہلت دو تاکہ میں اس معاملہ پر غور کر لوں۔
دنیا کی دولت اور حکومت کا لالچ برا ہوتا ہے عمر سعد رات بھر
سوچتا رہا مگر اس کا دل دنیا کی محبت سے بھرا ہوا تھا اور وہ
کسی طرح رے کی حکومت چھوڑنے پر راضی نہ تھا۔ اُس نے
صبح ہوتے ہی ابن زیاد سے کہا کہ میں تیرا حکم بجا لاؤں گا۔
ابن زیاد نے عمر سعد کو چار ہزار فوج کا سردار مقرر کر کے
کربلا کی طرف روانہ کر دیا۔ وہاں حُر موجود تھا وہ بھی اپنے
ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ عمر سعد سے آملا۔

اس کے بعد ابن زیاد نے مال و دولت کا لالچ اور
یزید کی حکومت کا خوف دلا کر لوگوں کو امام حسینؑ کے برخلاف
جنگ کرنے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ بہت سے دوسرے
سرداروں کے ماتحت اُس نے سترہ ہزار اور جنگجو سپاہی
کربلا روانہ کر دئے۔ ان فوجوں میں سے ایک کا سردار
شمر بھی تھا۔ اس طرح عمر سعد کے پاس امام حسینؑ کے ۷۲
جاں نثاروں کے مقابلہ کے لئے ۲۲ ہزار فوج جمع

ہوگئی۔ ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ فوج کے کچھ لوگ حسینؑ کے قتل پر آمادہ نہیں ہیں اور کوفہ واپس آرہے ہیں۔ اُس نے ایک افسر کو مقرر کیا کہ کوفہ میں گشت کرے اور ایسے آدمیوں کو گرفتار کر کے لائے۔ چنانچہ ایسے جتنے آدمی ملے انھیں قتل کر دیا گیا۔

اب لوگ اور زیادہ ڈرے اور سب اپنی جان کے خوف سے پھر واپس چلے گئے اور فوج میں شامل ہوگئے۔ اب کربلا میں بہت بڑی فوج جمع ہوگئی تھی جسکی تعداد کے متعلق کوئی صحیح حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

سوالات

(۱) ابن زیاد نے امام حسینؑ کو کیا خط لکھا۔ اور اوس خط کو پڑھکر امام نے کیا فرمایا؟

(۲) ابن زیاد نے عمر سعد کو کس ترکیب سے امام حسینؑ کے

کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا؟

(۳) وہ کیا وجہ تھی جس کی بنا پر کوفہ کے لوگ امام حسینؑ کے خلاف جنگ کرنے سے پرہیز کرتے تھے۔

(۴) ایسے لوگوں کو خوف زدہ کرنے کے لئے ابن زیاد نے کیا تدبیر اختیار کی۔

(۵) امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے کتنی فوج کوفہ سے بھیجی گئی تھی۔

عمر سعد اور صلح کی کوشش

اُدھر ابن زیاد تو فوجیں جمع کر کے کربلا کی طرف بھیج رہا تھا ادھر عمر سعد نے یہاں آتے ہی ایک قاصد امام حسینؑ کی خدمت میں روانہ کیا اور دریافت کیا کہ آپ کے یہاں آنے کا کیا مقصد ہے۔ قاصد امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے جواب میں فرمایا میں اہل کوفہ کے بلانے پر آیا ہوں۔ اگر تم لوگوں کو میرا آنا ناگوار ہے تو میں واپس جاتا ہوں۔ آج زمانہ کا رنگ بدل گیا ہے اہل کوفہ اپنے قول و قرار سے پھر گئے ہیں اور اپنے وعدہ سے پشیمان ہیں اب میرا ارادہ ہے کہ مکہ واپس جاؤں۔ عمر ابن سعد نے یہ واقعہ عبید اللہ ابن زیاد کو لکھ بھیجا اور خود خیال کیا کہ اب امام حسینؑ سے لڑائی کی نوبت نہ آئے گی۔ جب ابن زیاد کے پاس یہ خط پہنچا تو وہ کچھ دیر سوچ کر بولا کہ اب حسین ہمارے پنجے سے نکل کر

واپس جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اپنے بچاؤ کے لئے حیلے کرتے ہیں۔ چنانچہ اُس نے عمر سعد کو خط کے جواب میں لکھا کہ خط کے دیکھتے ہی حسینؑ سے یزید کی بیعت طلب کرو اگر وہ یزید کی بیعت اختیار کرلیں تو مراد بر آئی ورنہ جس طرح ہو سکے اُنھیں میرے پاس پہنچا دو۔ اسی کے بعد ابن زیاد نے عمر سعد کو ایک دوسرا خط بھیجا جس میں لکھا تھا کہ نہر کے گھاٹ پر قبضہ کرلو اور حسینؑ اور اون کے اصحاب پر پانی بند کر دو۔

عمر سعد نے ابن زیاد کا حکم پاکر اپنی فوجوں کو فرات کی نہر پر مقرر کر دیا اور حکم دیا کہ امام حسینؑ اور اُن کے ساتھیوں کو نہر کا پانی پینے سے روک دو۔ اسکے بعد امام حسینؑ نے عمر ابن سعد کے پاس پیغام بھیجا کہ رات کے وقت فوجوں کے درمیان آکر تنہا مجھ سے مل لو۔

عمر سعد آیا۔ حضرت نے چند صورتیں ایسی پیش فرمائیں جس میں خونریزی نہ ہو اور امن و امان قائم رہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس جانے دو

یا کسی سرحد کی طرف دور و دراز حدود میں نکل جانے دو۔
عمر سعد نے اسکی اطلاع ابن زیاد کو دی۔ جب اس گفتگو
کی خبر ابن زیاد کو پہنچی اس نے ایک سخت خط عمر ابن سعد
کو لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

میں نے تجھ کو حسینؑ کی طرف اس غرض سے نہیں
بھیجا کہ اون سے صلح کی بات چیت میں وقت گذار دے
اور اون کی سفارش کرے۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اگر
حسینؑ اور اُن کے ساتھی ہمارے حکم کو مانیں تو صلحنامہ
لکھکر ہمارے پاس اُن کو بھیجدے اور اگر انکار کریں
تو حملہ کر اور اُن کو قتل کر دے۔ کیونکہ وہ اس کے
مستحق ہیں بلکہ بعد قتل کے حسینؑ کے جسم و سینہ کو گھوڑوں
کی ٹاپوں سے پامال کرنا کیونکہ حسینؑ بڑے ظالم۔ خودسر اور
نافرمان ہیں۔ اگر تو ہمارے حکم کو بجالائے گا تو وفاداری
کا صلہ اور تابعداری کا انعام پائے گا۔ ورنہ اپنے آپ کو
سرداری سے معزول سمجھ اور لشکر کی سرداری شمر کے

حوالے کر دے۔

جب یہ خط عمر ابن سعد کو ملا تو اُس نے کہا کہ حسین ؑ بیعت تو قبول نہ کریں گے اور نہ وہ اس ذلت ہی کو گوارا کریں گے کہ قیدی بن کر ابن زیاد کے سامنے جائیں۔ کیونکہ وہ اپنے باپ کی طرح بہادر اور عالی حوصلہ شخص ہیں۔ شمر نے پوچھا اب تیرا کیا منشا ہے۔ ابن سعد بولا مجبوراً ابن زیاد کے حکم کی تعمیل کر دوں گا۔

سوالات

(۱) عمر ابن سعد نے جناب امام حسین کے پاس قاصد کیوں بھیجا اور وہ کیا جواب لایا۔

(۲) ابن زیاد کا حکم پاتے ہی عمر ابن سعد نے اپنی فوجوں کو کیا حکم دیا۔

(۳) امام حسین نے خونریزی سے روکنے کے لئے کیا صورتیں

پیش فرمائیں؟

(۴) امام حسینؑ اور عمر ابن سعد کے درمیان میں رات کے وقت کیا باتیں ہوئیں۔

(۵) ابن زیاد نے امام حسین اور عمر سعد کی ملاقات کی اطلاع پاکر عمر ابن سعد کو کیا خط لکھا۔

(۶) کوئی ایسا واقعہ بتاؤ جس سے معلوم ہو کہ عمر سعد جان بوجھ کر حکومت کے لالچ میں امام حسین علیہ السلام کے خلاف لڑنے کو تیار ہوا؟

قربانی کی تیاریاں

امام حسین کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ لڑائی سے باز نہ آئینگے
آپ نے حکم دیا کہ خیموں کو ایک دوسرے کے قریب کردیں
اور اُن کے گرد خندق کھودیں جس پر سے گذرنے کے لئے
صرف ایک ہی راستہ ہو۔

امام حسین اور اون کے رفیقوں پر پانی بند ہو چکا تھا
گرمی کا موسم تھا۔ سخت دھوپ پڑ رہی تھی۔ کربلا کا
میدان بھی ریتیلا ہے۔ عرب کی تیز دھوپ میں یہ ریتیلا
میدان تنور کی طرح تپنے لگتا ہے۔ اس موسم میں ہوا بھی
گرم چلتی ہے۔ ہوا میں ریت کے اڑنے والے ذرے
چنگاریوں کا کام کرتے ہیں۔ تم خود اندازہ لگا سکتے ہو
کہ ایسی حالت میں امام حسینؑ اور اُن کے ساتھیوں کو
پیاس کی کتنی تکلیف ہوئی ہو گی۔ دریا کے کنارے پر
اتنی فوجیں مقرر کر دی گئیں کہ پانی ملنا ناممکن ہو گیا۔

اسی اثنا، میں ابن زیاد کا حکم عمر سعد کے نام پہنچا کہ اگر تو فوراً حسینؑ سے جنگ نہ کرے گا تو تجھ کو سزا دیجائیگی چنانچہ نویں محرم کو ابن سعد نے اپنی فوجوں کو درست کر کے حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔

تم پڑھ چکے ہو کہ امام حسینؑ کے ساتھ صرف بہتر ساتھی تھے اور وہ بھی تین دن کے بھوکے پیاسے۔ برخلاف اسکے یزید کے لشکر میں عمر ابن سعد کے ماتحت کم از کم بائیس ہزار فوج تھی جو ان بہتر نیک اور شریف اللہ کے بندوں پر حملہ کرنے کے لئے تیار تھی۔

جب امام حسینؑ کے بھائی حضرت عباس نے عمر ابن سعد کی فوجوں کا یہ رنگ دیکھا تو وہ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ دشمن کی فوجوں نے حملہ کر دیا ہے اب کیا حکم ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ تم عمر ابن سعد سے پوچھو کہ اس کا کیا ارادہ ہے۔ جناب عباس اپنے ساتھ بیس سوار لے کر آگے بڑھے اور عمر سعد سے پوچھا کہ تم لوگ

کیا کرنا چاہتے ہو۔ عمر سعد نے ابن زیاد کا خط سنایا۔ جناب عباس نے فرمایا کہ تم ابھی ٹھہرو میں حضرت امام حسینؑ کو اس کی اطلاع کرتا ہوں حضرت عباس نے واپس آکر ابن زیاد کے خط کا مضمون عرض کر دیا۔

پیارے بچو۔ دنیا کی دولت اور حکومت کا لالچ لوگوں کو اندھا کر دیتا ہے تم نے دیکھ لیا کہ عمر سعد کس طرح اس دولت اور حکومت کے لالچ میں گرفتار ہو کر امام حسینؑ کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ دنیا چند روزہ ہے اس کے لالچ میں ہمیشہ کی ذلت اور لعنت مول نہ لینی چاہیئے۔ ہم سب عمر ابن سعد کو اس لئے برا آدمی خیال کرتے ہیں کہ اُس نے سچائی کے راستہ کو چھوڑ کر دنیا کی دولت اور حکومت کے لالچ میں برا راستہ اختیار کر لیا تھا۔ خدا ہم سب کو برے راستہ سے بچائے اور سچائی کی پیروی کرنے کی توفیق عطا کرے۔

حضرت نے فرمایا بھائی عباس اب تم جا کر عمر سعد سے کہو

کہ ہمیں ایک رات کی مہلت دے۔ تاکہ ہم دل بھر کر اپنے اللہ کی عبادت بجالائیں اور اس کی رحمت کی دعا مانگیں۔ کل جو ہونا ہے ہو جائے گا۔ حضرت عباس گئے اور ابن سعد کو امام حسینؑ کا پیغام دیا۔

عمر سعد نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا سب نے کہا کہ اگر کوئی غیر مسلم شخص ہوتا تب بھی اس درخواست کا قبول کرنا ہمارے لئے ضروری تھا۔

ابن سعد نے خیال کیا کہ خیر یہ وقت بھی ٹل جائے تو اچھا ہے اُس نے فوجوں کو حملہ کرنے سے روک دیا۔

رات کے وقت امام حسینؑ نے اپنے ہمراہیوں کو اپنے خیمہ میں جمع کیا اور فرمایا کہ پہلے میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ زبان سے بھی کرتا ہوں اور دل سے بھی کہ اُس نے میرے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت عطا کی۔ اور ہم کو آنکھیں اور دل عطا کیا۔ قرآن کی تعلیم اور دین کی سمجھ دی۔ میں اپنے ہمراہیوں سے

زیادہ نہ کسی کو باوفا سمجھتا ہوں اور نہ ان سے زیادہ کسی کو بہتر جانتا ہوں اور نہ میرے اہلبیت سے زیادہ کوئی نیک اور نہ ان سے زیادہ کوئی رشتہ کا لحاظ رکھنے والا ہے پس تم سب کو اللہ نیک بدلہ دے۔ پھر آپ نے فرمایا یہ لوگ مجھ سے ضرور جنگ کریں گے۔ میں تم کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ جس کا جس طرف دل چاہے چلا جائے میرا کچھ حق اس پر نہ ہوگا۔ یزید کی فوجیں محض میرے خون کی پیاسی ہیں۔ وہ مجھے قتل کرنا چاہتی ہیں انھیں تم سے کوئی پرخاش نہیں۔ اگر تم لوگ اس وقت مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ۔ تو تمھاری جانیں بچ جائیں گی۔

یہ تقریر سنکر سب نے ایک آواز ہو کر کہا کہ اے فرزند رسول ہم ہرگز ایسا نہیں کر سکتے کہ آپ کے بعد زندہ رہیں خدا نہ کرے کہ وہ دن دیکھیں کہ آپ نہ ہوں اور ہم زندہ رہیں۔

پھر زہیر ابن قین نے کھڑے ہو کر عرض کی۔ اے مولا

اے ہمارے نبیؐ کے نواسے۔ خدا کی قسم۔ میری یہ خواہش ہے کہ میں ہزار بار زندہ کیا جاؤں اور پھر ہزار بار مارا جاؤں لیکن خدا ئے تو انا آپ کو اور آپ کے ان نوجوان بھائیوں اور فرزندوں کو قتل سے بچائے۔ امام حسینؑ کے دوسرے ساتھیوں نے بھی کھڑے ہو کر یہی عرض کی کہ ہم آپ کے دشمنوں سے لڑینگے اور آپ کی حفاظت کریں گے۔ اور خدا اور اس کے رسول کے روبرو سرخ رو ہو کر جائینگے۔ اور لوگوں کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ ہم نے رسول کے بعد بھی رسول کی اولاد کا دامن نہیں چھوڑا۔

حضرت امام حسینؑ کے ساتھی خدا کے پاک اور سچے بندے تھے۔ وہ اپنی دولت اپنی راحت اپنی اولاد اور اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ ان کا ارادہ ایسا مضبوط تھا کہ تمام رات بہت شوق اور بے تابی سے اس صبح کا انتظار کرتے رہے جب ان کو اپنے آقا پر سے قربان ہونے کا موقع ملنے والا تھا

ان میں سے ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ وہ دوسروں سے پہلے اپنی جان قربان کر کے۔ آخرت کی اچھی زندگی اور دنیا کی سب سے بڑی نیک نامی حاصل کرلے۔ اللہ کے ان پاک بندوں نے تمام رات عبادت میں گذاری اور صبح ہوتے ہی ہر ایک نے خوشی خوشی اپنے ہتھیار سنبھالے" تاکہ خدا کے راستہ میں اپنے دین کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کر دے۔

سوالات

(۱) امام حسینؑ اور اُن کے ساتھیوں کو میدان کربلا میں کن کن مصیبتوں کا سامنا تھا؟

(۲) ہم عمر سعد کو کیوں بُرا آدمی خیال کرتے ہیں؟

(۳) امام حسینؑ نے کس لئے ایک شب کی مہلت مانگی؟

(۴) امام حسینؑ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے کیا تقریر فرمائی؟

(۵) اس تقریر کا ان کے ہمراہیوں پر کیا اثر ہوا اور انھوں نے کیا جواب دیے۔

(۶) جناب امام حسینؑ نے اور ان کے ہمراہیوں نے وہ رات کس طرح بسر کی۔

دسویں محرم کی یادگار قربانیاں

رات گذر کر اس صبح کا طلوع ہوا جو دنیا کی تاریخ میں "صبح عاشور" کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ یہ ماہ محرم کی دسویں تاریخ تھی اور یہ وہ دن تھا کہ جب امام حسینؑ اور اُن کے ساتھیوں نے ایسے کارنامے کرے جن کی مثال کہیں اور نہیں ملتی اور جن کی وجہ سے ان کا نام ہمیشہ باقی رہیگا۔ امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں نے نماز فجر کو ختم کیا۔ اس دنیا میں یہ اُن کی آخری نماز فجر تھی۔ یہ اللہ کے بندے وظیفہ میں مشغول تھے کہ عمر سعد نے اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ امام حسینؑ نے دشمن کی فوج کی تیاری کو دیکھا تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اے بھائیو تم بھی مرنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ کیونکہ اب موت سے بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ یہ حکم پاکر امام حسینؑ کی چھوٹی سی فوج بھی ہتھیار باندھ کر خدا کی راہ

میں سر دینے کے لئے آمادہ ہو گئی۔

عمر سعد کی فوج نے تیر برسانے شروع کر دیے ہزاروں تیر اس چھوٹی سی جماعت پر برسنے لگے۔ اور پہلے ہی حملہ میں امام حسینؑ کے بہت سے ساتھی شہید ہو گئے۔

تم جانتے ہو کہ شہید کے معنی گواہی دینے والے کے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی عزیز جانیں دے کر اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کا راستہ ہی سچا راستہ ہے اور اس راستہ پر ہر ایک سچے آدمی کو مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے خواہ اس میں اس کی جان کیوں نہ جاتی رہے۔ دیکھو اس جنگ میں دونوں طرف کے آدمی مارے گئے۔ مگر جو اللہ کے راستہ پر مضبوطی سے کھڑے تھے وہ شہید ہوئے اور جو گمراہی کے راستہ پر مارے گئے وہ مردود اور جہنمی ٹھہرے۔

آؤ تمھیں ایک ایسے بزرگ کا حال سنائیں جو عمر ابن سعد کی فوج میں سردار تھا۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ اب

یہ لوگ امام حسینؑ کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے تو اُس نے اپنے دل میں کہا کہ دنیا میں آدمی ایک مسافر ہے آج آیا کل چلا گیا۔ دنیا کی تمام لذتیں بھی فنا ہو جانے والی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ سیدھے راستہ پر چل کر ہم ہمیشہ باقی رہنے والی نیکی حاصل کر لیں۔ یہ کون تھے؟ یہ حُر تھے۔ وہی حُر جو امام حسینؑ کو گھیر کر کربلا میں لائے تھے۔ اسوقت کی باتوں سے بھی ان کے دل میں کچھ خدا کا ڈر پایا جاتا تھا مگر اب اُن کے دل میں ایمان کا نور جگمگا اٹھا۔ گمراہی اور شک وشبہ کا اندھیرا دور ہو گیا۔ اور انھیں حق اور ناحق کی صاف طور پر تمیز ہو گئی۔

حُر عمر ابن سعد کی فوج سے علیحدہ ہو گئے اور جناب امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حُر نے سر جھکا کر امام کی خدمت میں عرض کی کہ میں قصور وار ہوں۔ معافی چاہتا ہوں۔ میں ہی آپ کو روک کر اس میدان میں لایا تھا۔ افسوس! مجھے یقین نہ تھا کہ یہ لوگ آپ سے

اس قسم کا سلوک کریں گے اب مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ آپ کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے اس گناہ کی تلافی جان دے کر کروں آپ مجھے میدان جنگ میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ امام حسینؑ نے بہت محبت اور مہربانی سے ان کا استقبال کیا اور جب آن کو شہادت پر بہت آمادہ پایا تو انھیں جنگ کرنے کی اجازت دی۔ حُرؑ امامؑ سے اجازت لے کر میدان جنگ میں گئے بہت سے دشمنوں کو قتل کیا اور خوب جان توڑ کر لڑے یہاں تک کہ خود بھی جان دے کر دنیا اور آخرت میں سرخ روئی حاصل کی۔

حُر کیا ہی بہادر تھے کہ دنیا کی دولت اور عزت کو اللہ کے راستہ میں قربان کر دیا۔ اور بڑی بات تو یہ ہے کہ اگرچہ حُر گمراہی میں مبتلا تھے مگر انھوں نے موقع پڑتے ہی حق کو پہچان لیا اور اپنی غلطی سے توبہ کر کے سچے راستہ پر قدم جما دئے۔

پیارے بچو! یاد رکھو کہ اگر خدانخواستہ تم کسی برے

راستہ پر غلطی سے چلنے لگو تو ہرگز اس راستہ پر چلنے میں ضد نہ کرو۔ بلکہ اپنی پچھلی غلطیوں پر توبہ کرو اور بُرے راستہ کو چھوڑ کر سیدھی راہ پر آجاؤ۔ اللہ معاف کرنے والا ہے۔ ممکن ہے کہ سیدھے راستہ پر پڑ کر کوئی ایسا کام کر جاؤ کہ تمھارے سب گناہ معاف ہو جائیں۔ دیکھو حُر سب سے پیچھے تھے۔ مگر امام حسینؑ کے ساتھ شہادت حاصل کرنے والوں میں سب سے آگے بڑھ گئے اور سب سے پہلے جان دے کر بہشت میں داخل ہو گئے۔

امام حسینؑ کے ساتھیوں میں اٹھارہ کے قریب اُن کے عزیز اور رشتہ دار تھے۔ اور چوہتّر کے قریب دوسرے لوگ تھے۔ جو اللہ کے راستہ میں جان قربان کرنے کیلئے امام حسینؑ کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ ان میں جوان بھی تھے اور بوڑھے بھی مگر ان میں سے ہر ایک بے مثل تھا۔ اور سچائی کے راستہ میں جان دینے کو ایک آسان کھیل سمجھتا تھا۔

ہم تمھیں عبد اللہ ابن عمیر کلبی کا حال سناتے ہیں۔

حسینی لشکر میں عبد اللہ ابن عمیر کے ساتھ اُن کی بیوی بھی تھی جب عبد اللہ بن عمیر کلبی کو امام حسینؑ کا حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ امام حسینؑ پر اپنے تمام خاندان کو قربان کر کے ہمیشہ کے لئے دنیا میں اپنا اور اپنے خاندان کا نام روشن کر جائیں۔ اور مسلمانوں کے لئے ایک زندہ مثال چھوڑ جائیں۔ تاکہ وہ بھی ضرورت کے وقت اللہ کے راستہ میں قربانی سے دریغ نہ کریں۔

ابن زیاد کے دو غلام میدان میں آئے اور امام حسینؑ کی فوج میں سے کسی لڑنے والے کو طلب کیا۔ عبد اللہ ابن عمیر کلبی ان کے مقابلہ میں آئے۔ اور ان دونوں کو قتل کر دیا۔ مگر ان کے بھی ہاتھ کی اُنگلیاں کٹ گئیں۔

ان کی بیوی ام وہب کو جوش آیا اور لکڑی ہاتھ میں لیکر میدان جنگ کی طرف دوڑیں اور عبد اللہ کو جوش دلا کر کہنے لگیں کہ اے عبد اللہ تم رسول اللہ کے نواسے کے لئے لڑتے رہو یہانتک کہ اپنے آپ کو قربان کر دو عبد اللہ نے

ان کو میدان جنگ میں آنے سے منع کیا مگر ام وہب نے واپس جانے سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک زندہ ہوں تمھارا ساتھ نہ چھوڑوں گی۔ امام حسینؑ نے بلند آواز سے فرمایا تم لوگوں نے ہم پر بڑا احسان کیا۔ خدا تم کو نیک بدلہ عطا کرے گا۔ اے ام وہب تم لوٹ آؤ عورتوں پر جہاد واجب نہیں ہے۔ یہ سن کر ام وہب واپس آگئیں۔ عبد اللہ کو ابن زیاد کی فوج نے گھیر لیا۔ اور آخر وہ میدان جنگ میں کام آئے۔

ام وہب نے اپنے بیٹے کو آمادہ کیا کہ وہ امام حسینؑ اور اسلام کی خاطر اپنی جان نثار کر دے۔ وہ نوجوان میدان میں آیا لڑائی کے فن دکھائے۔ اور واپس آکر اپنی ماں سے کہا آپ مجھ سے راضی ہوئیں۔ ماں نے کہا بیٹا تو نے بہت بہادری کے کام کئے مگر جب تک زندہ ہے لڑائی سے ہاتھ نہ کھینچ۔ اُس نے جواب دیا کہ میں ایسا ہی کروں گا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی

بیوی سے رخصت ہولوں۔ ماں نے کہا ایسا نہ ہو کہ عورت کی محبت تجھے حسینؑ کی خدمت سے باز رکھے۔ اس نے کہا اے ماں ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

اس جوان کی بیوی بھی بڑی ایمان دار اور حوصلہ مند عورت تھی۔ اس نے اپنے شوہر سے کہا اے میرے آقا۔ میری ہزار جانیں حسینؑ پر صدقے ہوں۔ کاش عورتوں پر بھی جہاد واجب ہوتا تو میں بھی اپنی جان امام حسینؑ پر فدا کرتی۔ بیوی سے رخصت ہو کر یہ جوان میدان جنگ میں گیا اور امام حسینؑ پر قربان ہو گیا۔

اس بہادر شہید کی ماں اپنے بیٹے کی جانبازی دیکھ رہی تھی۔ دشمنوں نے اس شیر کا سر کاٹ کر اسکی ماں کی طرف پھینک دیا۔ ام وہب نے سر کو اٹھایا بوسہ دیا اور بہو کے دامن میں سر کو رکھ دیا۔

کاش مسلمان عورتیں اب بھی ایسا دل اپنے پہلو میں پیدا کریں کہ سچ کی خاطر اپنے آرام اور آسائش اپنی

جان اور مال کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

پیارے بچو:۔ اسلام نے ہم کو یہ ہی سکھایا ہے کہ مال اور دولت۔ بیوی اور بچّے۔ یہ سب دنیا کی نعمتیں ہیں۔ ان کا حاصل کرنا برا نہیں ہے۔ مگر سچائی کا راستہ اور اللہ کا نام ان سب سے زیادہ پیارا اور بلند ہے اور اللہ کے نام پر دنیا کی ساری نعمتوں کو قربان کرنے کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔

سوالات

(۱) جنگ میں ابتدا کس طرف سے ہوئی؟

(۲) جناب حُر کا واقعہ بیان کرو اور بتاؤ کہ ان کی زندگی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

(۳) عبداللہ ابن عمیر کلبی کے ساتھ کون لوگ تھے اور وہ امام حسینؑ کے ساتھ کس لئے شامل ہوئے تھے؟

(۴) مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے ان قربانیوں میں کیا سبق ہے؟

دسویں محرم کی یادگار قربانیاں نمبر ۲

یوں تو امام حسینؑ کے ہمراہیوں کی جاں نثاری ہمت اور دلیری زمانہ میں مشہور ہے اور ہر ایک کی داستان بجائے خود ایک بے مثال سبق ہے۔ مگر ہم یہاں ان میں سے چند کا ذکر کریں گے۔ باقی تمام لوگوں کے حالات تاریخ کی بڑی بڑی کتابوں میں موجود ہیں۔

ایک بوڑھے صحابی کا حال سُنو۔ ان بزرگوار کا نام جابر بن عروہ غفاری تھا۔ یہ رسول اللہ کے ساتھ بدر کی لڑائی میں موجود تھے اور اسوقت انکی عمر اسّی (مردی سالخوردہ و پارسا بود" تاریخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۸) سال کی تھی خدا کا خوف دل میں رکھتے تھے۔ گو ہاتھوں میں رعشہ تھا۔ کمر خم ہوگئی تھی۔ لیکن شہادت کے شوق میں جوانوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ ان بزرگوار نے کمر باندھی تلوار ہاتھ میں لی۔ مسیح کی حمایت کے لئے میدان میں آئے۔

کیونکہ یہ ضعیف بزرگ اللہ کے نام پر لڑنے آئے تھے۔
اس لئے جوانوں پر بھاری تھے۔ بہت سے مخالفین کو
اُنھوں نے قتل کیا۔ آخر کار دشمنوں کے ہجوم میں گھر گئے
اور میدان میں کام آئے۔

بڑی عمر کے ایک اور بزرگ حبیب ابن مظاہر تھے
جو بچپن میں امام حسینؑ کے ساتھ کھیلے تھے۔ انھیں رسول اللہ
کی تعلیم اچھی طرح یاد تھی۔ ایک دن کوفہ کے بازار میں
خضاب خرید رہے تھے۔ ان کو معلوم ہوا۔ کہ کربلا کے میدان
میں امام حسینؑ کو گھیر لیا گیا ہے۔ خضاب کو پھینک دیا اور
فرمایا کہ اب اس ڈاڑھی کو اپنے خون سے خضاب کروں گا
اور حسینؑ کی مدد میں جان دوں گا۔ گھر واپس آکر اپنی بیوی
سے رائے لی۔ اس پاک بی بی نے کہا کہ دنیا ہمیشہ رہنے
کی جگہ نہیں ہے۔ سرخروئی کے ساتھ جان دینا ذلت کی زندگی
سے بہتر ہے۔

ان دنوں کوفہ میں ہر طرف پہرے قائم تھے۔ امام حسینؑ

کی مدد کے لئے کسی کا جانا بہت مشکل تھا۔ مگر پکے ارادہ اور خلوص کے راستے ہیں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی۔ آپ نے اپنے غلام کو گھوڑا دے کر شہر سے باہر بھیجد یا اور پھر آپ بھی پہرے والوں سے بچکر نکل آئے۔ اللہ کے راستے ہیں جان دینے کے شوق ہیں کربلا پہنچے اور امام حسینؑ کی طرف سے لڑے اور مارے گئے۔ مارے کیا گئے ہمیشہ کی زندگی حاصل کر گئے اور شہیدوں کے زمرے ہیں شامل ہو گئے۔

اسوقت دوپہر ڈھل چکی تھی۔ ابو ثمامہ الصیدادی نے بڑھکر امام کی خدمت ہیں عرض کی۔ میرے مولا! ہم ضرور مارے جائیں گے۔ لیکن میری آرزو ہے۔ کہ آخری نماز آپ کے پیچھے پڑھ لوں۔ امام حسینؑ نے آسمان کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا کہ بیشک یہ نماز کا صحیح وقت ہے۔ تو نے نماز کا ذکر کیا۔ خدا تجھے نماز گذاروں ہیں شمار کرے۔ اسکے بعد آپ نے نماز پڑھانی شروع کی مگر دشمنوں نے نماز کی بھی

مہلت نہ دی۔ اور تیر برسانے شروع کر دئے سعید بن عبد اللہ امام حسینؑ کی حفاظت کے لئے آگے بڑھے اور جو تیر امام حسینؑ پر آتا تھا اپنے سینہ پر لیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ نماز کے ختم ہونے تک سعید اپنی جگہ پر جمے رہے۔ ادھر امام حسینؑ نے نماز کو ختم کیا ادھر سعید زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑے اور شہید ہوئے۔

ایسے تھے حسینؑ کے بہادر ساتھی کہ موت کو ہنسی خوشی قبول کرتے تھے! ان میں عابس ایک بڑے جنگ آزمودہ سپاہی تھے۔ میدان جنگ میں آئے تو عمر سعد کی فوج سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ مقابلہ کے لئے باہر نکلے۔ عمر سعد کے حکم سے ساری فوج نے ان پر تیر مارنے اور پتھر برسانے شروع کر دئے۔ یہ سمجھ گئے کہ کسی کو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں کہ میں لڑائی کے معمولی ہنر دکھاؤں لہذا انھوں نے سوچا کہ جان تو خدا کے راستہ میں دینا ہی ہے پھر کیوں نہ ایک خاص شان سے جان دوں کہ دنیا کو

معلوم ہو جائے کہ حسینؑ کے ساتھی کیسے تھے۔

ان کی ہمت اور دلیری دیکھو کہ انھوں نے بدن سے زرہ اتار دی سر سے خود پھینک دیا اور اگرچہ ساری فوج ان پر تیر برسا رہی تھی لیکن یہ گھوڑا دوڑا کر دشمن کی فوج میں جا گھسے اور اس کو تتر بتر کر دیا۔ مگر ایک آدمی ہزاروں کے مقابلے میں کہاں تک لڑتا؟ آخر میدان میں کام آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اللہ کے سچے بندے جانتے تھے کہ اس جنگ میں ان کو جان قربان کر کے فتح حاصل ہوگی چنانچہ ان میں سے ہر ایک بڑی آن بان سے جان دیتا تھا اور صبر اور استقلال کی ہمیشہ زندہ رہنے والی مثال قائم کرتا تھا۔ تاکہ آنے والی نسلیں ان سے سبق حاصل کریں۔ اور اللہ کے راستہ میں خوشی خوشی جان قربان کرنے کے لئے آمادہ رہیں۔

سوالات

(۱) دو بوڑھے آدمیوں کا حال لکھو جنھوں نے کربلا میں امام حسینؑ کی مدد کرنے میں شہادت پائی ہو؟

(۲) امام حسینؑ نے آخری نماز جماعت کس طرح ادا کی؟

(۳) حضرت عباس کی جوانمردی کا حال بیان کرو۔

ہمارے رسول کی اولاد کی قربانیاں

تم نے امام حسینؑ کے اصحاب کی وفاداری اور جاںنثاری کو دیکھا کہ ان بہادروں نے جیتے جی امام حسینؑ اور اُن کے عزیزوں پر آنچ نہ آنے دی۔ جب یہ سب کے سب اللہ کے راستہ میں قربان ہو چکے تب امام حسینؑ کے بھائیوں۔ بھتیجوں۔ بھانجوں اور بیٹوں کی باری آئی۔ اب اُنھوں نے بھی کمر ہمت باندھی اور یکے بعد دیگرے

اپنی جان کو اپنے آقا امام حسینؑ پر خوشی خوشی قربان کر دیا۔
امام حسینؑ کے سترہ عزیز کربلا کے میدان میں شہید ہوئے
ان میں کچھ نوجوان تھے اور کچھ بچے۔ لیکن یہ سب ایسے
بہادر اور من چلے تھے کہ ہزاروں کے لشکر کو نگاہ میں
نہ لاتے تھے بڑے بڑے بہادروں سے مقابلہ کرتے تھے اور
ن کو موت کے گھاٹ اتارتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک
ی قربانی کی شان نرالی تھی۔ موت آنکھوں کے سامنے
پھر رہی تھی لیکن نہ ان کے دل پر خوف تھا اور نہ کسی
سم کی گھبراہٹ۔ یہ کسی ضد پر نہ اڑے تھے بلکہ جب
یدان میں جاتے تھے تو دشمنوں کو سچائی کے راستہ
ی ہدایت کرتے تھے۔ ان کو بتاتے تھے کہ فتنہ اور فساد
ی چیزیں ہیں کہتے تھے کہ ہم لڑنے نہیں آئے۔ تم نے
ین کے نام پہ بلایا تھا ہم آگئے۔ اگر تم سچائی کے رستہ پر
نا نہیں چاہتے تو ہم واپس جاتے ہیں لیکن تم ہم سے
بردستی یزید کی بیعت نہ لے سکو گے۔ جان دینا ہمارے لئے

آسان ہے مگر خدا کے سچے راستہ کو چھوڑنا ممکن نہیں۔ ہمارا
کام سچے راستہ کی ہدایت کرنا ہے۔ ہم گمراہی کی پیروی
ہرگز نہ کریں گے۔ ان سب کے حالات تم تاریخ کی کتابوں
میں پاؤ گے۔ ہم یہاں ان میں سے چند حضرات کا ذکر
کرتے ہیں۔

حضرت زینب امام حسینؑ کی بہن تھیں۔ یہ اس مصیبت
کے سفر میں اپنے بھائی کے ساتھ تھیں اور دو بیٹوں کو
ساتھ لائی تھیں کہ اللہ کی راہ میں قربان کریں۔ عاشور
کی رات جب حضرت زینب کو یہ یقین ہو گیا کہ کل
صبح جنگ ہوگی تو آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو
اپنے خیمہ میں بلاکر کہا کہ بیٹو کل تمھارے ماموں پہ بڑ
سخت وقت ہوگا۔ میرے دودھ کا حق اسوقت
ادا کر سکو گے جب اپنی جان اپنے ماموں پر قربان
کردو گے۔ کیسے اچھے تھے یہ بیٹے! اگلے دن جب
لڑائی کا میدان گرم ہوا یہ دونوں بھائی امام حسینؑ سے

اجازت لیکر میدان جنگ میں گئے۔ ماں خیمہ سے اُن کی لڑائی دیکھ رہی تھی اور خدا کا شکر ادا کر رہی تھی کہ اس کے دونوں لال نہ فوجوں سے ڈرتے ہیں اور نہ بھوک اور پیاس کو خاطر میں لاتے ہیں بلکہ جوانمردی سے دین کی راہ میں جان لڑا رہے ہیں۔ لڑتے لڑتے ہاشمی خاندان کے یہ دونوں چاند دشمنوں کی فوج کے بادلوں میں غروب ہوگئے۔ ماں نے خدا کی بارگاہ میں سجدہ کیا کہ اُس کی قربانیاں قبول ہوئیں۔ ماں کو بیٹوں کی بڑی محبت ہوتی ہے لیکن نیک مائیں بیٹوں سے زیادہ حق سے محبت کرتی ہیں۔ اس سے تمھیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ مصیبت کے وقت ایک سچی بہن اپنے پیارے بھائی کی مدد اس حد تک کرتی ہے کہ اپنے بیٹوں کو بھی بھائی پر قربان کر دیتی ہے۔ مسلمان بھائی بہنوں کے لئے یہ نمونہ کی زندگیاں ہیں۔ کاش! ہم ان کی پیروی کریں۔

بھانجوں کی طرح بھتیجوں نے بھی خوشی خوشی اپنی جانیں

چچا پر قربان کر دیں۔ ہم تمھیں حضرت قاسم کا حال سناتے ہیں۔ یہ امام حسن کے بیٹے تھے۔ ان کی عمر چودہ سال کی تھی۔ انھوں نے چچا سے مرنے کی اجازت چاہی۔ ان سے پہلے ان کے تین بھائی شہید ہو چکے تھے۔ یہ امام حسنؑ کی آخری نشانی تھے۔ امام حسینؑ نے ان کے اصرار پر ان کو میدان جنگ میں جانے کی اجازت دی۔ آپ میدان میں آئے۔ اسلام کے بہت سے دشمنوں کو مارا۔ لیکن چودہ سال کا ایک بھوکا پیاسا لڑکا کہاں تک ہزاروں کا مقابلہ کرتا۔ آخر زخمی ہو کر زمین پر گرے۔ امام حسینؑ فوراً ان کے سرہانے پہنچے۔ ان کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ حق پر صبر و استقلال سے جمے رہنے کی یہ بہترین مثالیں ہیں جو اسلام کے شہزادوں نے دنیا کے سامنے پیش کی ہیں۔ جان اور مال کی کسی کو پرواہ نہ تھی۔ دین کی حفاظت اور حق کی راہ میں موت بھی ان کو شہد سے زیادہ شیریں معلوم ہوتی تھی! کاش ہم بھی ان کی پیروی کریں

اور دین کے راستہ کو جان سے زیادہ عزیز سمجھیں۔

امام حسینؑ کے بھائیوں نے بھی اپنی جانیں اسلام پر فدا کیں۔ ان میں حضرت عباس بہت ہی خوبصورت جوان تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو قمر بنی ہاشم یعنی بنی ہاشم کا چاند کہتے تھے۔ آپ امام حسینؑ کی فوج کا علم یعنی جھنڈا اٹھاتے تھے۔ اسی لئے آپ کو عباس علم بردار بھی کہتے ہیں۔ آپ امام حسینؑ کے سوتیلے بھائی تھے مگر اتنی محبت کرتے تھے کہ ہمیشہ امام حسینؑ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ جنگ سے پہلے آپ کی والدہ کے رشتہ داروں نے ابن زیاد سے آپ کے لئے معافی نامہ حاصل کر لیا جس میں لکھا تھا کہ ہم نے عباس کو معاف کر دیا اور اُن کی جان بخشی کر دی۔ مگر آپ کی وفاداری دیکھو کہ آپنے اس معافی کے پروانہ کو ٹھکرا دیا اور اپنی جان اپنے بڑے بھائی اور ان کے بچوں کی خدمت میں قربان کر دی۔ انھوں نے دنیا کو بتا دیا کہ کس طرح ایک وفادار بھائی بھائی پر جان قربان کرنے کو اپنا فخر سمجھتا ہے۔

آپ کو امام حسینؑ کی بیٹی حضرت سکینہ سے بہت محبت تھی۔ حضرت سکینہ کی عمر اسوقت چار سال کی تھی۔ جب اُنھیں پیاس کی شدت نے بے تاب کر دیا تو اُنھوں نے اپنے چچا سے پانی لانے کو کہا۔ حضرت عباس نے مشک کاندھے پر لٹکائی اور گھوڑے پر سوار ہوکر نہر کا رُخ کیا۔ نہر فرات پر یزید کی فوجوں کا پہرہ تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں سوار اور پیادے حفاظت کے لئے مقرر تھے تاکہ ہمارے رسول کے نواسے اور ان کی اولاد کو پانی پینے سے روکیں۔

حضرت عباس کے مقابلے کے لئے بہت سے بہادر نکلے مگر آپ نے ہر ایک کو قتل کر دیا۔ پھر فوجوں نے مل کر مقابلہ کیا لیکن آپ صفیں چیر کر نہر پر پہنچ گئے۔ اور مشک کو پانی سے بھر لیا۔ مگر تین دن کی بھوک اور پیاس کے باوجود ایک چلو پانی سے اپنا حلق تر نہ کیا۔ یہ تھی بھائی کی محبت! آپ نے فرمایا واللہ میں پانی نہ پیوں گا کیونکہ میرے آقا حسین پیاسے ہیں۔ آپ پانی لیکر نہر سے نکلے۔ فوجوں نے جمع ہوکر پھر آپ کو

گھیر لیا۔ ہزاروں تیروں کی بارش ہونے لگی۔ آپ کو ادھر تو پانی کا خیال تھا اور اُدھر چاروں طرف سے دشمنوں نے گھیر لیا تھا۔ آپ آگے پیچھے دائیں بائیں دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے امام حسینؑ کے خیمے کی طرف بڑھ رہے تھے تاکہ کسی طرح پانی کو صحیح وسلامت پہنچا دیں۔ مگر ایک آدمی ہزاروں کے مقابلے میں اپنی جان بچائے یا پانی کی حفاظت کرے؟ اسی اثنا میں ایک ظالم نے پیچھے سے آپ پر تلوار کا وار کیا اور آپ کا دایاں بازو کاٹ دیا۔ آپ نے تلوار کو دوسرے ہاتھ میں لیکر مقابلہ کرنا شروع کیا۔ بائیں ہاتھ سے تلوار چلانا آسان بات نہیں ہے۔ مگر آپ لڑتے رہے یہاں تک کہ آپ کا یہ بازو بھی کٹ گیا۔ پھر ایک ظالم نے ایسا تیر مارا کہ آپ گھوڑے سے گر گئے۔ مشک کا پانی بہ گیا اور آپ نے شہادت پائی۔ آپ نے دنیا میں بھائیوں کے باہمی سلوک کی وہ بہترین مثال قائم کر دی کہ رہتی دنیا تک یہ نمونہ نیک بھائیوں کے لئے مشعل ہدایت کا کام دے گا۔

حضرت امام حسینؑ کے تین بیٹے تھے۔ ایک حضرت سجاد دوسرے حضرت علی اکبر اور تیسرے حضرت علی اصغر۔ حضرت سجاد ان دنوں ایسے بیمار تھے کہ بستر سے بھی نہ اُٹھ سکتے تھے۔ حضرت علی اکبر کا سن اٹھارہ برس کا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ شکل وصورت میں ہمارے رسول سے بہت ملتے جلتے تھے۔ اور بہت سے بزرگ صحابی جب ہمارے رسول کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو آپ کے چہرے کو دیکھ کر اپنے دل کو تسکین دے لیا کرتے تھے۔ آپ اپنے والد بزرگوار سے اجازت لیکر دشمنوں کے مقابلہ کو نکلے۔ تم سمجھتے ہو کہ ایک اکیلی جان کا دشمنوں کے ٹڈی دل سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ مگر یہاں تو جان کی قربانی کے سوا کسی اور خدمت کا موقع ہی نہ رہا تھا۔ جرأت سے میدان میں آئے۔ بہادری سے لڑے اور اللہ کی راہ میں جان دیدی۔

امام حسینؑ کی حالت پر غور کرو کہ کس طرح صبر اور استقلال کے ساتھ ایک ایک پیارے کو اللہ کی راہ میں

قربان کرتے جاتے تھے - اور اپنے ارادے پر جمے ہوئے تھے - حضرت علی اکبر کی شہادت کے بعد جب آپ خیمہ میں آئے تو دیکھا کہ آپ کے چھوٹے بیٹے حضرت علی اصغر جن کا سن محض چھ ماہ کا تھا پیاس سے جاں بلب ہیں - تین دن کی بھوک پیاس میں ماں کا دودھ خشک ہو گیا تھا - گرمی کا زمانہ تھا اور گرمی بھی عرب کی - بغیر پانی یا دودھ کے بچے کا جینا محال تھا - آپ بچے کو ہاتھوں پر رکھ کر دشمنوں کی صفوں کے سامنے آئے آپ نے فرمایا کہ گو میں تمہاری نظروں میں قصوروار ہوں مگر اس معصوم بچے نے تو کسی کا کچھ نہیں بگاڑا - یہ ہی مذہب اور ملت کے نزدیک بیگناہ ہے - اس وقت پیاس کے مارے بے جان ہوا جاتا ہے تم مجھے پانی نہ دو - خود اس کے منہ میں پانی ڈال دو - تم خیال کرتے ہو گے کہ یزیدی لشکر کے بہت سے سپاہی بچے کے لئے پانی لیکر دوڑے ہوں گے کیونکہ معصوم اور دودھ پیتے بچے پر کوئی بر سے بر اآدمی بھی ظلم نہیں کرتا -

مگر افسوس صد افسوس! ان لوگوں نے جو اپنے کو مسلمان کہتے تھے ایسا نہیں کیا۔ ایک بدبخت نے ایک ایسا تیر چھوڑا کہ بچّے کے ننھے سے گلے کے پار ہوکر امام حسینؑ کے بازو میں جا لگا۔ اس طرح امام حسینؑ کا یہ چھ ماہ کا بچہ بھی اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا۔

اب امام حسینؑ اکیلے رہ گئے تھے۔ سب انصار اور مددگار حق کی راہ میں جانیں فدا کر چکے تھے۔ محض حضرت سجاد کا دم باقی تھا۔ جو ایسے بیمار تھے کہ اُٹھ بھی نہ سکتے تھے۔ پھر ہمارے رسول کی نواسیوں اور امام حسینؑ کے حرم کی نگہداشت کے لئے بھی ایک گھر کے آدمی کی ضرورت تھی۔ ان ہی کے دم سے رسول کی اولاد کو دنیا میں قائم رہنا تھا۔ چنانچہ امام حسینؑ نے خود میدان میں آنے کی تیاری کی بہنوں۔ بیویوں۔ بیٹیوں۔ بچّوں اور عزیزوں کو صبر کی وصیت فرما کر رخصت ہوئے۔ سوچو کہ امام حسینؑ کے اور انکے بال بچّوں اور عزیزوں کے لئے یہ کیسا سخت وقت تھا۔

مگر امام حسین اور ان کے سب عزیز واقربا اس سخت وقت میں صبر و استقلال کے ساتھ اللہ کی راہ میں بڑی سے بڑی قربانی کے لئے تیار تھے۔

امام حسینؑ پیاسے تھے۔ بھوکے تھے۔ عرب کی بے تاب کرنے والی دھوپ میں کھڑے تھے۔ اپنے اصحاب اور اپنے پیاروں کو اپنے سامنے شہید ہوتا دیکھ چکے تھے۔ اپنے بچوں اور اپنی عورتوں کو بے یار و مددگار چھوڑ آئے تھے۔ مگر آپ کو اللہ پر پورا بھروسہ تھا اور اسی کی مدد سے آپ اس بہادری سے لڑے کہ دشمن کی فوجوں کو کئی بار پیچھے ہٹا دیا۔ آخر وہ وقت آگیا کہ دشمنوں کے تیروں۔ نیزوں اور تلواروں کے ہزاروں زخموں سے آپ نڈھال ہو گئے۔ اور گھوڑے سے زمین پر گر گئے۔ جس وقت آپ سجدے میں سر جھکائے ہوئے خدا کا شکر ادا کر رہے تھے شمر نے پیچھے سے آکر آپ کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

یہ تھا امام حسینؑ کا استقلال کہ ہر ایک چیز کو جو دنیا میں انسانوں

کے لئے پیاری ہوتی ہے آپ نے اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ مگر یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کی۔ اگر وہ ایسا کرتے تو اسلام کے پاک دامن پر ایک برا داغ لگ جاتا اور اسلام کے سردار وہ لوگ قرار پا جاتے جو اسلام کے احکام کی پابندی نہ کرتے تھے۔ اور اپنے کو رسول کا جانشین کہنے کے باوجود ہر قسم کی بدکاری اور برائی کو جائز قرار دیتے تھے۔

سوالات

(۱) امام حسینؑ کے کتنے عزیز کربلا میں شہید ہوئے ؟

(۲) حضرت زینب کون تھیں۔ انھوں نے اسلام کی کیا خدمت کی؟

(۳) حضرت عباس کا حال لکھو اور بیان کرو کہ ان کی زندگی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے ؟

(۴)۔ مثال دے کر ثابت کرو کہ اللہ کے راستہ میں جان دینا شہد سے زیادہ شیریں ہے۔

(۵) حضرت علی اکبر کا حال لکھو۔

(۶) حضرت امام حسینؑ کے صبر و استقلال کا تم کس طرح اندازہ کر سکتے ہو ؟

شہادت کے بعد

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ہمارے رسولؐ کی اولاد میں حضرت سجاد۔ کچھ عورتیں اور بچے باقی رہ گئے۔ تم خیال کرتے ہوگے کہ امام حسینؑ کے بعد ان کو کوئی تکلیف نہ دی گئی ہوگی مگر ظالم عمر سعد کی فوجوں نے ان کے خیموں میں آگ لگادی اور ان بیبیوں اور بچوں کو قید کرلیا۔ کربلا کے شہیدوں کے سر کاٹ کر نیزوں پر بلند کئے اور لاشوں کو بے گور و کفن چھوڑ کر کوفہ کی راہ لی۔ وہاں ابن زیاد نے دربار کیا غضب تو یہ ہے کہ دربار میں ہمارے رسول کی نواسیوں کو بھی لاکر کھڑا کیا گیا۔ ابن زیاد نے تقریر کی اور کہا کہ خدا کا شکر ہے جس نے حق کو ظاہر کیا اور یزید کو فتح دی۔ لیکن حق کی آوازیں اس دربار میں بھی بلند ہوگئیں۔ عبداللہ بن عفیف اس دربار میں حاضر تھے کھڑے ہوکر بولے کہ تو جھوٹا ہے اور وہ بھی جھوٹا ہے جس نے تجھے یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اولاد نبی کو

قتل کرتا ہے اور سچے لوگوں کو برا کہتا ہے۔ ابن زیاد نے غصہ میں آکر عبد اللہ بن عفیف کو قتل کر دیا۔

اسکے بعد اُس نے حضرت سجاد کو بیڑیوں میں جکڑ کر آل رسول کے ساتھ دمشق کی طرف روانہ کر دیا۔ ہمارے رسول کے گھرانے کا یہ لٹا ہوا قافلہ منزل بہ منزل حق کا اعلان کرتا ہوا دمشق پہنچا۔ یزید نے بھی ان کو دربار میں طلب کیا۔ لیکن حق کا اعلان کرنے والے وہاں بھی نہ رکے۔ اور یزید کو معلوم ہو گیا کہ حکومت کا اور روپیہ کا لالچ اور تلوار کا خوف بھی سچائی کو نہیں دبا سکتا۔ خود اس کی سلطنت میں اسکے خلاف نفرت پھیلنے لگی اور اُس نے مجبور ہو کر ان کو آزاد کر دیا اور وہ مدینہ واپس آگئے۔

تم سوچتے ہو گے کہ یہ کیسے مسلمان تھے۔ کہ ابھی ہمارے رسول کا کفن تک میلا نہ ہوا تھا کہ ان لوگوں نے اُن کی اولاد کو اس بے دردی سے قتل کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ نام کے مسلمان تھے۔ حکومت کی خواہش دولت کا لالچ ہی ان کے خدا اور

رسول تھے ان کو ایمان کی ہوا تک نہ لگی تھی۔ نیک عمل کی ان کے دل میں کوئی عزت نہ تھی وہ حق کی پیروی کرنے کے لئے تیار نہ تھے کیونکہ ان کو حکومت اور دولت درکار تھی چاہے وہ رسول کی اولاد کو قتل ہی کرکے کیوں نہ حاصل ہو۔ اور یہ حوصلہ تو کسی میں نہ تھا کہ سچائی کے راستہ پر چلنے میں تکلیفیں برداشت کرے۔

مگر یاد رکھو کہ برے کاموں کا نتیجہ نہ دنیا میں اچھا ہوتا ہے اور نہ آخرت میں۔ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد مختلف جماعتیں کھڑی ہو گئیں جنھوں نے نبی کی اولاد کا خون بہانے والوں کو چن چن کر قتل کر دیا۔

یزید بھی تین سال کے اندر ہی مر گیا۔ وہ حکومت جس کے لئے اُس نے ہمارے رسول کی اولاد کو قتل کرایا تھا اسے کچھ نفع نہ پہنچا سکی۔ بلکہ اس کے بجائے دنیا اور آخرت میں ہمیشہ کی لعنت اُس کے

حصہ میں آئی۔

ممکن ہے کوئی شخص یہ کہے کہ کربلا کی لڑائی میں یزید کی فتح ہوئی۔ لیکن یہ غلط ہے۔ فتح وہ ہے جس کا اثر قائم رہے۔ ایسی نہ مٹنے والی فتح حسینؑ اور ان کے جاں نثاروں کو حاصل ہوئی۔ سچی راہ میں سر دینے کا اثر دیکھو کہ ہمیشہ کے لئے حسین محبوب ہو گئے اور یزید مردود۔

یزید چاہتا تھا کہ ہمارے رسولؐ کی اولاد کا خاتمہ کر دے مگر اللہ کو کچھ اور منظور تھا۔ آج رسولؐ کی اولاد دنیا کے ہر حصہ میں "سید" کے نام سے یاد کی جاتی ہے اور امام حسینؑ کا نام مسلمانوں میں کیا، تمام انسانوں میں عزت سے یاد کیا جاتا ہے۔ مگر یزید کا نام لیوا تک دنیا میں موجود نہیں۔

امام حسینؑ نے اپنی عظیم الشان قربانی سے

جو بات ثابت کی وہ یہ ہے کہ سچا مسلمان اللہ کے سوا
کسی سے نہیں ڈرتا ۔ اُس کے دل میں اللہ کے احکام
کی عزت ہوتی ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے
اللہ کے راستہ سے نہیں ہٹا سکتی ۔ وہ سچ کا اعلان
کرنے میں کسی سے خوف نہیں کرتا ۔ اگر امام حسینؑ یزید
کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تو اسلام سچائی کا مذہب نہ رہتا ۔
بلکہ اسکے یہ معنی ہو جاتے کہ مسلمان کو ایک برے اور
بدکار آدمی کے سامنے بھی گردن جھکا دینی چاہیئے ۔ اگر
وہ حکومت اور دولت کا مالک ہو ۔ لیکن حقیقت یہ ہے
کہ سچے مسلمان کی گردن محض اللہ کے سامنے جھک سکتی
ہے اور اُس کے قدم صرف اسی کے سچے راستے پر
اُٹھ سکتے ہیں ۔

ہمارے رسول کے بعد لوگ اتنے حکومت پرست ہو گئے
تھے کہ اللہ کے احکام کی عزت ان کے دل سے جاتی رہی

تھی۔ اللہ کی راہ میں جان دنیا تو درکنار دہ حکومت
اور دولت کی اتنی پوجا کرنے لگے تھے کہ دہ اُن کی
خاطر برے سے برے کام کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔
امام حسینؑ نے اپنی بے مثل قربانی سے دنیا کی آنکھیں
کھول دیں اور ثابت کر دیا کہ سچے مسلمان کے لئے جان
مال اور اولاد سے زیادہ پیارا سچائی کا راستہ ہے
جس کی خاطر دنیا کی ہر چیز قربان کی جا سکتی ہے۔ کربلا
میں دنیا کی ہر ایک پیاری چیز قربان کر کے امام حسینؑ
نے اسلام کی سچی تعلیم کو دنیا میں ہمیشہ کے لئے قائم کر دیا
اسی لئے خواجہ معین الدین چشتی نے کہا ہے:۔

شاہ ہست حسینؑ بادشاہ ہست حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ ہست حسینؑ

سر داد و نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسینؑ

اس کے یہ معنی ہیں کہ حسین ہمارے بادشاہ ہیں وہ دین کا راستہ بتانے والے اور اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ انھوں نے سر دیدیا مگر یزید کی بیعت نہ کی۔ خدا کی قسم اُنھوں نے اسلام کی بنیاد اور خدا کی وحدانیت کو قائم کر دیا۔

ہمارے رسول دنیا کو اخلاق کا بہترین راستہ بتانے آئے تھے اور آپ نے اپنے عمل کے ذریعہ سے اچھے اخلاق کی تعلیم دی اور کلام مجید کے احکام کو ہمارے لئے واضح کر دیا۔ ان کے بعد اُن کی اولاد نے کربلا کے میدان میں اپنے عمل سے اخلاق کی وہ مکمل مثالیں پیش کر دیں کہ آج وہ ہمارے لئے ہدایت کے روشن چراغ ہیں۔ دوستوں کی سچی اور پاک محبت کے نمونے کربلا میں ملتے ہیں۔ وفاداری اور ہمدردی کی سچی مثالیں یہاں پائی جاتی ہیں۔ رشتہ داروں میں بھائی بھتیجے

بہن بھانجے۔ بیوی بیٹے سب ہی کربلا میں موجود تھے۔ ان میں محبت اور خلوص کے بہترین نمونے ادب اور خدمت گذاری کی بہترین مثالیں یہاں ملیں گی۔ غرضیکہ ہمارے رسول اور اُن کی آل نے اللہ کے بتائے ہوئے سچے راستہ کی صاف اور صریح ہدایت ہمارے لئے چھوڑی ہے۔

ہر ایک مسلمان پانچ وقت کی نماز میں اُن کے راستہ پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرتا ہے۔ پیارے بچو! تم بھی اسی راہ پر چلنے کی دعا مانگا کرو۔ اور کوشش کرو کہ اللہ کے راستہ پر چلنے میں تم بھی کربلا والوں کی طرح ایسے مضبوط ہو جاؤ کہ دنیا کے لالچ تم کو سیدھے راستے سے نہ ہٹا سکیں۔

سوالات

(۱) امام حسینؑ کی شہادت کے بعد یزید کی فوجوں نے آلِ رسول سے کیا برتاؤ کیا؟

(۲) ابن زیاد کے دربار میں کس طرح حق کا اعلان ہوا؟

(۳) یزید کے طرف دار کون لوگ تھے اُنھوں نے ہمارے رسول کی آل کی عزت کیوں نہ کی؟

(۴) ان لوگوں کو دنیا میں کیا بدلہ ملا؟

(۵) سچی فتح کی تعریف لکھو۔ اور ثابت کرو کہ امام حسینؑ کے مقابلہ میں یزید کو شکست ہوئی۔

(۶) سچے مسلمان کی کیا نشانیاں ہیں؟

(۷) اخلاق کا صحیح نمونہ ہمیں کن لوگوں کی زندگیوں سے حاصل ہوتا ہے؟
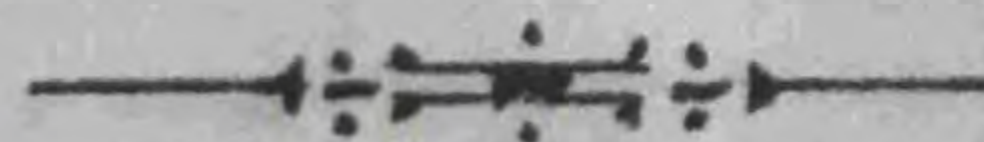
باہتمام سید محمد رضی پرنٹر

زرافشاں قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ملنے کا پتہ
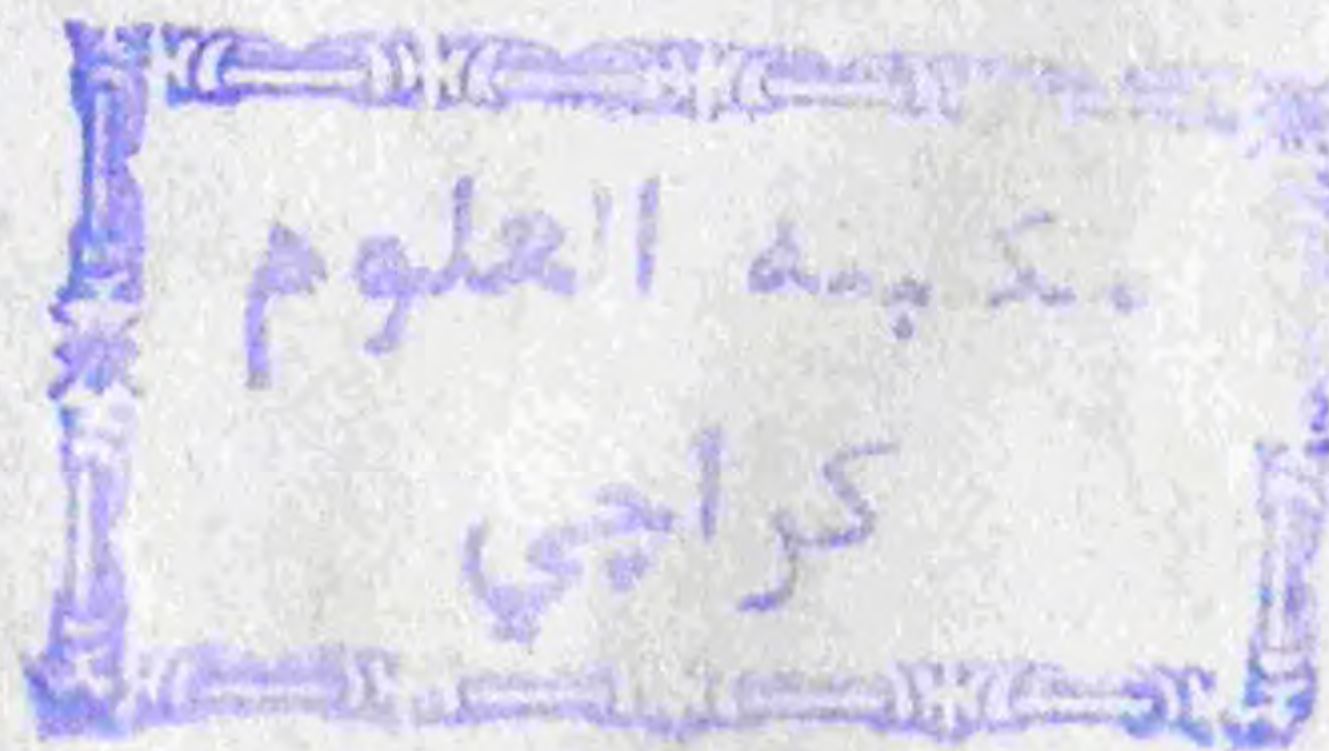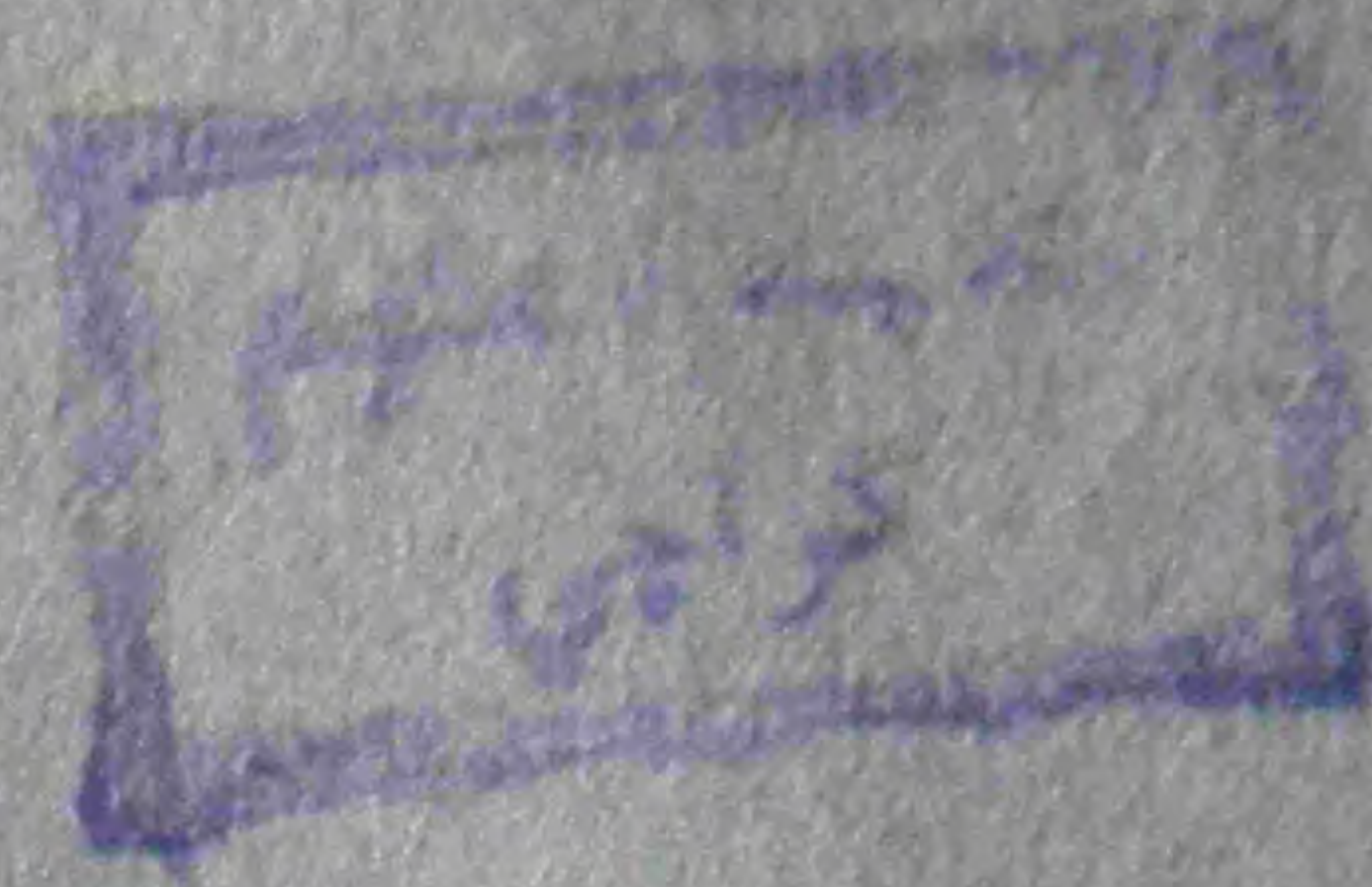
سید مقبل حسین صاحب } میر امان منزل علیگڈھ
مسلم یونیورسٹی

دفتر رسالہ "رہبر" دہلی

مطبوعہ سرفراز قومی پریس کٹوریہ اسٹیٹ لکھنؤ